www.novelsclubb.com
Creation HayaNoor
ادھوری راہوں کے مسافر
از قلم: وردہ جاوید

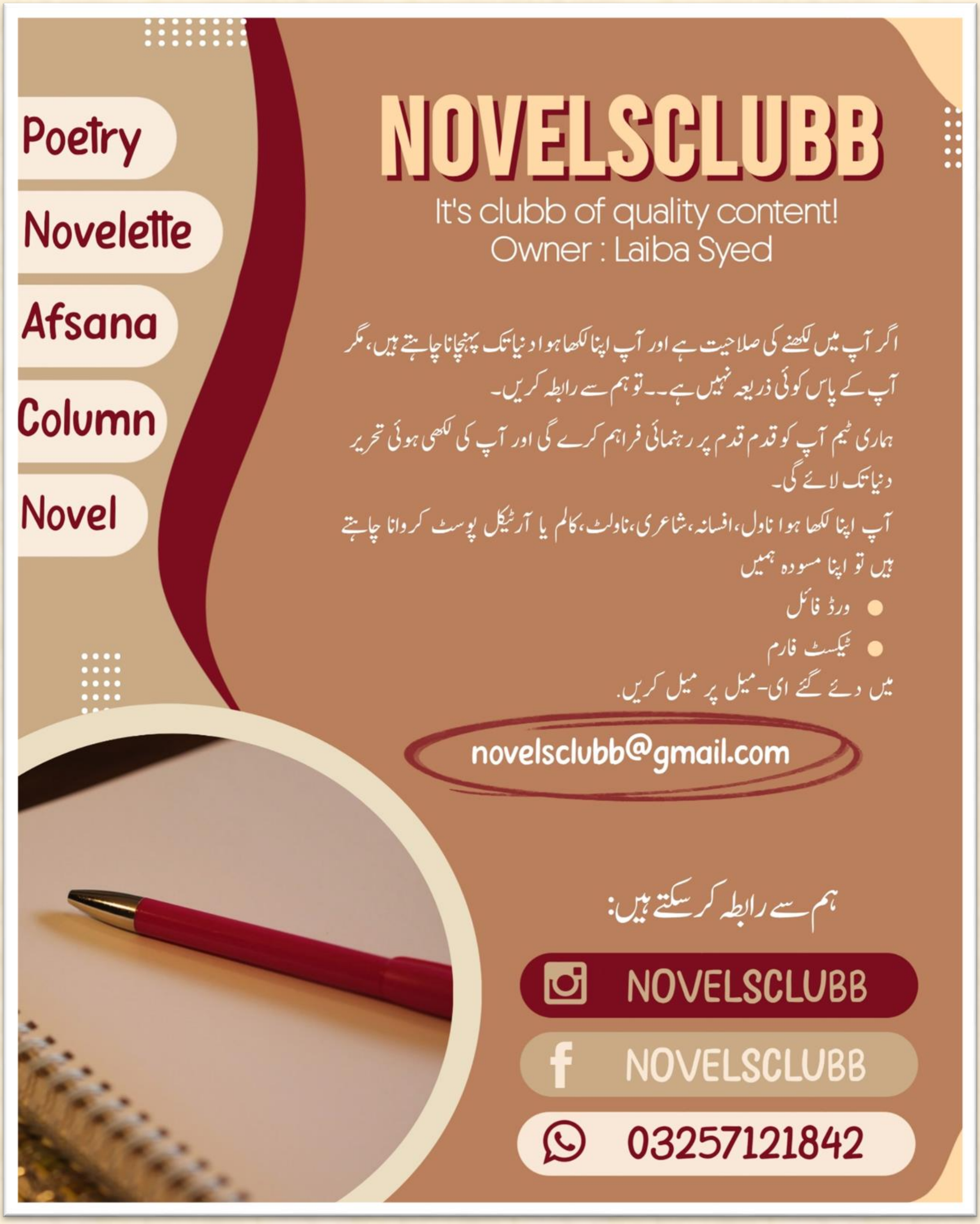

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر
آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر
دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے
ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں۔
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

ادھوری راہوں کے مسافر

از قلم

وردہ جاوید

Clubb of Quality Content

ناول "ادھوری راہوں کے مسافر" کے تمام جملہ حق لکھاری "وردہ جاوید" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جا سکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

پہلی قسط

"وفا کے قید خانوں میں سزائیں کب بدلتی

ہیں

بدلتا دل کا موسم ہے، ہوائیں کب بدلتی ہیں

لبادہ اوڑھ کر غم کا نکل جاتے ہیں صحرا کو

جواب آئے نہ آئے، صدائیں کب بدلتی ہیں

میری ساری دعائیں، تم سے منسوب ہیں۔

محبت ہو اگر سچی، دعائیں کب ہی

اسلام آباد نمل یونیورسٹی بی ایس سی کا ڈیپارٹمنٹ اور انگلش کی کلاس اس وقت کمرہ جماعت کم اور مشاعرے کی محفل زیادہ لگ رہی تھی۔ تمام اسٹوڈنٹس کی نظریں اسٹیج پر ڈائس کے سامنے کھڑی لڑکی پر تھی۔ اس نے ڈارک گرین کلر کی شرٹ اور بلیک جینز پہن رکھی تھی۔ کھلے لمبے سیاہ بال اس کی کمر پر بکھرے تھے۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اپنا پسندیدہ کام کرتے ہوئی چمک رہی تھیں۔

"کوئی پا کر نبھاتا ہے، کوئی کھو کر نبھاتا ہے

نئے انداز ہے ہوتے ہیں، وفائیں کب بدلتی ہیں."

اس کی خوبصورت آواز بغیر کسی مائیک کے پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ لڑکے تو لڑکے لڑکیاں بھی اس کی خوبصورت آواز میں مدہوش ہو رہی تھیں۔ نظر تھی کہ اس کے مسکراتے دلربا چہرے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔اسی پل کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی لڑکی کی نظر دور سے نظر آتے سروجاہت پر پڑی۔اس نے کچھ کہنے کیلئے لب کھولے ہی تھے کہ پھر کچھ سوچ کر چپ ہو گئی۔اس کے چہرے پر شیطانی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔چند پل ہی گزرے تھے کہ ڈائس کے سامنے لڑکی نے سارے اسٹوڈنٹس کو ٹھٹھکتے اور پھر سنبھل کر بیٹھتے دیکھا اور پھر لمحوں میں اس کے چہرے سے بھی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"ڈونٹ ٹیل می گائز سروجاہت پیچھے کھڑے ہیں" اس کی سیاہ آنکھوں میں پریشانی اور بوکھلاہٹ ہلکورے لینے لگی۔

تبھی سروجاہت بیگ اس کے ساتھ آکھڑے ہوئے اور اس کے بدترین خدشے کی تصدیق ہو گئی۔

"اسلام علیکم سر!" اس نے بدقت کہا۔

"وعلیکم السلام مس بیا کاظمی!"

انہوں نے طنزیہ انداز میں اسے اس نام سے پکار جس سے وہ پوری یونیورسٹی میں مشہور تھی

۔بیانے آنکھیں زور سے میچ کر سر جھکالیا۔

"ویسے کیا آپکو نہیں لگتا یہ کلاس شاعری کیلئے موضوع نہیں ہے مس شاعرہ۔"

سروجاہت بیگ جو لگ بھگ پنتالیس سال کے تھے اپنے غصے کی وجہ سے پورے ڈپارٹمنٹ

میں مشہور تھے۔

"سوری سر" اس نے جھکے ہوئے سر کے ساتھ شرمندہ سا کہا۔

"اگر آپکو شاعری کا اتنا ہی شوق ہے تو اردو ادب میں ایم اے کرلیتی میری کلاس میں۔

ایڈمیشن کیوں لیا؟" وہ اب غصے سے سخت لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

بیانے جھکے سر کے ساتھ نظریں گھما کر پہلی رو میں بیٹھے فازی کو گھورا جس نے اسے پکی

انفارمیشن دی تھی کہ سروجاہت کی بیٹی کی شادی ہے اور وہ تین دن یونی نہیں آئے گے۔

"بیٹا غازی تو بچ مجھ سے۔"

اس نے اسے گھورتے ہوئے اپنا نچلا لب عادتاً دانتوں سے دبایا۔

"اب آپ کی سزا یہ ہے کہ آپ پورا ہفتہ میری کلاس سے باہر کھڑی ہو گی۔"

"بس ایک ہفتہ۔۔۔" بے اختیار اس کے منہ سے پھسلا اور پھر خود کو ملامت کرتے ہوئے زبان دانتوں تلے دبائی۔

"آئی مین یہ بہت زیادہ ہے سر۔۔" بہت کو کھینچ کر بولا۔

"پلیز تھوڑا کم کر دیں۔" معصوم صورت بنا کر پلکیں ٹپٹپائیں۔

"No more arguments and get out"

سر وجاہت ڈائس کے پیچھے جا کھڑے ہوئے جس کا مطلب تھا کہ اب مزید کوئی بات نہیں۔

وہ بھی خاموشی سے پلٹی اپنا بیگ اٹھایا اور باہر کی راہ لی۔ کلاس کے باہر کھڑے ہو کر اس نے اپنا موبائل جینز کی جیب سے برآمد کیا اور حمائل کا نمبر ڈائل کرنے لگی تاکہ وہ آئے اور وہ دونوں کہیں اچھی سی جگہ بیٹھ کر لنچ کریں کیونکہ اسے یقین تھا کہ سر وجاہت کو اس بات میں ذرا دلچسپی نہیں ہو گی کہ آیا وہ کلاس سے باہر کھڑی ہے یا نہیں۔

oooooooooooooooooooooo

بیا کاظمی بلائے اور ڈاکٹر حمائل ہاشمی کو اگر اپنا مریض آپریشن تھیٹر میں بھی چھوڑ کر آنا پڑے تو بھی وہ ضرور آئے گا۔ اس وقت وہ دونوں اپنے پسندیدہ تاقسم ریسٹورنٹ میں آمنے سامنے بیٹھے لنچ کر رہے تھے کیونکہ بیا ترکش کھانوں کی دیوانی تھی۔

"ماشااللہ ! کھاناتوتم ایسے کھا رہی ہو جیسے سر نے تمہیں کلاس سے بے عزت کر کے نہیں نکالا بلکہ تمغہ امتیاز سے نوازا ہے "سنہری آنکھیں، سفید رنگ،اور شہد رنگ بال وہ ہجوم میں بیٹھا ہوا بھی سب سے الگ لگتا تھا۔اس وقت بھی کئی لڑکیوں کی نظر اس حسین جوڑے پر اٹکی ہوئی تھیں۔

"یوں کر رہے ہیں میری برائیوں کا تذکرہ

لوگ اپنے اعمال میں فرشتے ہوں جیسے "

اس نے اسے لہرا کر شعر پڑھا تو وہ ہنس دیا۔

"ویسے سر وجاہت نے اچھا مشورہ دیا ہے تمہیں۔"اس نے بظاہر سنجیدگی سے کہا مگر اس کی سنہری آنکھوں میں شرارت قصاں تھی۔

"کونسا مشورہ؟؟"اُس نے کھانے سے ہاتھ روک کر اس کی جانب دیکھا۔

"اردو ادب میں ایم اے کرنے کا"اس نے مسکراہٹ

"حمائل۔!"اس نے اسے گھور کر خفا خفا سی تنبیہ کی۔

اسی اثناء میں ایک ویٹر آیا اور اس نے چاکلیٹ کیک میز پر رکھا۔

"Congratulations Mam"

۔اس نے پروفیشنل انداز میں مسکرا کر کہا اور چلا گیا۔

بیا نے ناسمجھی سے کیک کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے حمائل کو۔

"یہ کس خوشی میں بھئی؟"اس نے تجسس سے پوچھا۔

"اس خوشی میں کہ میں نے گھر والوں کو تمہارے متعلق بتادیا ہے اور انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"اس نے مسکرا کر اسے بتایا۔وہ ایسا ہی تھا چھوٹی سے چھوٹی خوشی کو سیلیبریٹ کرنے والا اور بڑے

سے بڑے غم کو بھی مسکرا کر ٹال دینے والا۔

"سچی؟؟؟"اس کے چہرے پر حیرت،بے یقینی اور خوشی ایک ساتھ نظر آنے لگی۔

"حمائل تم ایسا کرو انہیں کل ہی ہمارے گھر بھیج دو اور پھر اگلے ہفتے کی کوئی بھی ڈیٹ شادی کیلئے فائنل کر لیتے ہیں۔"اس نے یقین کر لینے کے بعد ایک ہی سانس میں سارا پروگرام ترتیب دیا۔

حمائل اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"پاگل تو نہیں ہو گئی۔شرافت سے فائنلز کی تیاری کرو اس کے بعد یہ سب سوچ لیں گے۔

"حمائل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"حمائل ایسامت کرو میرے ساتھ۔۔۔مجھے کوئی پیپرز نہیں دینے۔میری بالکل بھی کوئی تیاری نہیں ہے۔اگر میں نے دیے بھی نا تو پکا فیل ہو جاؤں گی اس لئے میری بات مان لو۔۔ حمائل پلیز."اس نے حقیقت پر روشنی ڈال کر اسے منانے کی ناکام کوشش کی۔

"صبر رکھو نہیں ہوتی تم فیل اگر ہو بھی گئی تو میں ہوں ناں"اس نے تسلی دینے کے انداز میں میز پر رکھا ہوا اس کا ہاتھ ہولے سے دبایا تو وہ مسکرا دی۔اس کا یہ کہنا کہ "میں ہوں نا"کافی تھا۔

"اچھا چھوڑو۔۔ساری باتیں آؤ کیک کاٹتے ہیں۔"

اس نے بیا کی توجہ کیک کی طرف دلائی اور پھر وہ دونوں مسکرا کر کیک کاٹنے لگے تھے۔

©©©©©©©©©©©

جولائی کی تپتی ہوئی دوپہر میں جب آسمان آگ برسا رہا تھا "صدیقی انٹر پرائزز" کی بلند و بالا عمارت شہر کے بیچ و بیچ پورے تفاخر سے کھڑی تھی۔اس عمارت کا اندرونی ماحول ویسا ہی تھا جیسے ایک مصروف کاروباری جگہ کا ہوتا ہے۔لیپ ٹاپ پر یہ جھکے کام کرتے ہوئے مصروف سے ورکر،چائے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے ورکرز کو چائے سرو کرتے ہوئے پیون-ایسے

میں ودیعہ رحمانی کی ہائی ہیلز کی ٹک ٹک راہداری میں گونج رہی تھی۔ سی گرین شرٹ کے ساتھ بلیک جینز پہنے، اپنے کندھوں تک آتے شہد رنگ بالوں کو اس نے کھلا چھوڑ رکھا تھا اور ہاتھ میں اپنے غصیلے باس کیلیئے کافی کا کپ پکڑ رکھا تھا۔ آفس کے باہر پہنچ کر اس نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

"یس" کی آواز پر اس نے دروازہ کھولا اور اندر چلی آئی۔

سامنے ہی کرسی پر سفید رنگ کی شرٹ پہنے کف بازوؤں تک فولڈ کئے وہ مصروف سا لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلا رہا تھا۔ گہرے نیلے رنگ کا کوٹ ساتھ ہی اسٹینڈ پر لٹکا ہوا تھا۔ پورے کمرے میں اس کے پسندیدہ جیسمین فریشنر کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

"سر آپ کی کافی۔" اس نے مودب لہجے میں کہتے ہوئے کافی میز پر رکھی۔ اور پھر اس کی نگاہیں ہزار بار دیکھے ہوئے کمرے کا دوبارہ سے جائزہ لینے لگی۔ کمرے کی دیواریں ہلکے بادامی رنگ کی تھی کہ اسے شوخ و چنچل رنگ پسند نہیں تھے۔ دیواروں کے ساتھ بنے ریکس میں مختلف ایوارڈز وغیرہ رکھے تھے۔ دائیں طرف ایک گلاس وال تھی جہاں سے شہر کی مصروف شاہراہ نظر آتی تھی۔

"اگر آفس کا جائزہ لے چکی ہو تو مس ودیعہ کیا آپ مجھے بتانا پسند کرے گی کہ تین بجے سے آن ورڈ کا کیا اسکیجوئل ہے؟"اس کی باری رعب دار آواز گونجی تو ودیعہ نے چونک کر اسے دیکھا۔اس کی گہری بھوری آنکھیں گھنی پلکوں کے سائے تلے اب بھی لیپ ٹاپ پر تھی۔

"سوری سر----آج تین بجے آپ نے سائٹ پر وزٹ کیلیئے جانا ہے اور پھر پانچ بجے آپ کی عدیل صاحب کے ساتھ میٹنگ ہے"ودیعہ نے رٹا ہوا شیڈول اس کے گوش گزارا۔

"ہوں۔"اس نے محض ہنکار بھری۔

"تین دن پہلے جو ماربل ایکسپورٹ ہوا تھا اس کا انچارج کون تھا؟"اس کی آواز کسی بھی تاثر سے خالی تھی۔

"پچھلے دو ہفتوں سے امپورٹ اور ایکسپورٹ کا چارج

سر زاہد نے سنبھالا ہوا ہے"ودیعہ نے بتایا۔

"زاہد کا

resignation letterتیار کرواؤ---

He is fired"

اس نے دوٹوک حکم دیا۔

"کیوں سر ؟؟؟وہ حیران ہوئی۔

"کیونکہ ۔۔نعیم انڈسٹریز نے ماربل کی Quantity میں کمی کی شکایت کی ہے"اس نے مصروف سا جواب دیا۔

"لیکن سر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ ۔۔"اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی باس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تو اس کی چلتی ہوئی زبان کو بریک لگی اور نظریں پل میں جھک گئیں۔اس کی سمندر جیسی گہری آنکھوں میں جھانکنے کی تاب وہ نہیں لا سکتی تھی۔

"اگر آپ کو زاہد صاحب سے اتنی ہمدردی ہے تو اپنا لیٹر بھی ساتھ ہی تیار کروا لیجئے۔"اس کی آواز سخت ہو گئی۔

"سوری سر----"ودیعہ نے شرمندگی سے کہا۔

"یہ کافی لے جایئے اور آئندہ کیلئے یاد رکھیے گا کہ مجھے ڈارک کافی پسند ہے"اس نے ٹھنڈی ہو چکی کافی کے مگ کی طرف اشارہ کیا۔

ودیعہ نے خاموشی سے وہ کپ اٹھایا اور شرمندگی کے احساس سے سرخ چہرے کے ساتھ آفس سے باہر نکل گئی۔اس کے جانے کے بعد شاہ میر صدیقی دوبارہ سے لیپ ٹاپ پر جھک گیا۔

ابھی چند ثانیے ہی گزرے تھے کہ اس کے آفس کا دروازہ دھڑام سے کھلا اور کوئی اندر داخل ہوا۔

شاہ میر سر اٹھائے بغیر بھی بتا سکتا تھا کہ کون آیا ہے کیونکہ دنیا میں واحد ہستی تھی جو اس کے آفس میں ایسے بے ڈھنگے انداز میں داخل ہو سکتی تھی۔ اس نے سر اٹھایا اور اس کے اندازے کے عین مطابق حمائل ہاشمی اپنے ازلی مسکراتے چہرے کے ساتھ وہاں موجود تھا۔

"کیسے مزاج ہیں جناب کے؟" وہ اس کے مقابل کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا اور ساتھ رکھی کرسی پر پاؤں رکھ لیے۔

اس کے چہرے سے چند لمحوں قبل والی سنجیدگی عنقا ہو چکی تھی اور اس کی جگہ ایک پر کشش مسکراہٹ نے لے لی تھی۔

"بس جی آپ کو دیکھ لیا تو پھر سے جی اُٹھے" اس نے مسکرا کر کہتے ہوئے لیپ ٹاپ کی اسکرین گرادی کہ حمائل کے ہوتے ہوئے کام کرنا ممکن ہی نہ تھا۔

"اگر جی اٹھے ہے تو کرسی سے بھی اٹھ جائیے کہیں باہر کھانا کھانے چلتے ہیں بہت بھوک لگ رہی ہے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔"

"ڈاکٹر حمائل ہاشمی! میں اس بات کو مان ہی نہیں سکتا کہ تم صبح سے اپنی "بیا" سے ملے بغیر زندہ ہو اور اگر بیا سے ملے ہو تو ضرور کھانا بھی کھایا ہو گا۔"

شاہ میر نے پورے یقین سے کہا تو وہ سر پیچھے گرا کر ہنس دیا۔

حمائل اور شاہ میر بچپن سے دوست تھے لیکن پھر جب شاہ میر کے والد کا انتقال ہو گیا تو وہ اپنی والدہ کے ساتھ امریکہ اپنے ننھیال چلا گیا اور پھر بارہ سال بعد یعنی دو ماہ پہلے ہی پاکستان واپس آیا تھا اور اب اپنے والد کے بزنس جس کو اس نے امریکہ میں اچھا خاصا سیٹل کر لیا تھا اب یہاں بھی اسے کامیاب کرنے کی کوششوں میں دن رات مصروف تھا۔ زمینی فاصلوں نے ان کی دوستی کو کمزور کرنے کی بجائے مزید مضبوط کر دیا تھا۔

"کیا کروں یار بیا سے محبت ہی اتنی ہے کہ اس کے بغیر اپنا آپ ادھورا سا لگتا ہے۔" اس کے لہجے میں بے بسی تھی اور چہرے پر انوکھا سا تاثر۔

"اچھا اب بیا نامہ چھوڑ اور اٹھ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" وہ گھڑی دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا دو بجنے کو تھے۔

"ایک گھنٹہ ہے ہمارے پاس پھر مجھے نکلنا ہے ایک ضروری کام کیلئے۔" وہ میز پر سے اپنا موبائل اٹھانے لگا۔

"ہم غریبوں کے لئے ایک گھنٹہ بھی آپکی نوازش ہے۔" وہ تابعداری سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔ راہداری سے گزر کر پرائیویٹ لفٹ تک جانے تک تمام ورکرز کی نظریں ان دونوں پر ٹک سی گئیں تھیں جو وجاہت میں کسی تیسرے کو آگے نکلنے ہی نہیں دیتے تھے۔

©©®©©®®®®®®

اس نے بادامی رنگ کے ٹائلوں والے لاؤنج میں قدم رکھا تو اس کی متلاشی نگاہیں اطراف میں روڑ گئیں۔ یہ "کاظمی ولا" کا پر تعیش لاؤنج تھا۔ لاؤنج کے وسط میں بھورے رنگ کے صوفے مربعے کی شکل میں رکھے تھے۔

دائیں جانب کچن تھا جہاں سے برتنوں کی آوازیں اور لذیذ کھانوں کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

"دل آویز!!!!"

اس نے باآواز بلند خود سے تین سال بڑی بہن کو پکارا۔ ویسے تو وہ جب بھی گھر آتی تھی تو وہ اسے لاؤنج میں ہی مل جاتی تھی۔

"دل آویز۔۔۔!!" اس کی دوسری پکار پر وہ بوتل کے جن کی مانند کچن سے نکل کر اس کے پاس آئی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا ہو گیا ہے بیا آ ہی رہی تھی میں" زرد رنگ کا جوڑا پہنے اس نے سرخ اور سفید ڈبوں والا ایپرن باندھ رکھا تھا۔ سیاہ اور بھورے گھنگریالے بال گول مول سے جوڑے میں بندھے تھے۔ سیاہ آنکھوں کے کٹورے ہمیشہ کی طرح کاجل سے بھر رکھے تھے۔

"دل آویز کہاں رہ گئی تھیں آپ؟" بیا نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

"خیر تو ہے بڑی خوش لگ رہی ہو" وہ اپنی بہن کا ہر روپ پہچان سکتی تھی۔

"بات ہی ایسی ہے میں خوش ہوں۔۔۔۔ بہت بہت بہت بہت زیادہ خوش" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گول گول گھومنے لگی۔

"ارے اچھا رکو۔۔۔ سنو تو بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟" دل آویز کا سر چکرا کر رہ گیا۔

"آپ کو پتہ ہے بلکہ آپ کو کیسے پتہ ہو گا میں بتاتی ہوں۔" خوشی اس کے انگ انگ سے جھلک رہی تھی۔ "حمائل نے اپنے گھر والوں کو میرے بارے میں بتا دیا ہے اور انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے" اس نے لال گلابی پڑتے چہرے کے ساتھ مسکرا کر سرگوشی کی۔

"ہماری بیا ہے ہی اتنی پیاری کوئی اعتراض کیا ہی نہیں جا سکتا" دل آویز نے خلوص سے اس کی تھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر کہا تو اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"گرینی کہاں ہیں؟" یادآنے پر بیانے پوچھا۔

"ویکلی چیک اپ کیلئے ہوسپٹل گئیں ہیں بابا کے ساتھ" اس نے ایپرن اتارتے ہوئے بتایا۔

"تم جاکر فریش ہوجاؤ میں کھانا لگواتی ہوں" دل آویز نے مزید کہا۔

"نہیں میں حمائل کے ساتھ لنچ کر آئی ہوں۔ فلحال تھوڑی دیر ریسٹ کروں گی۔"

"اوکے" دل آویز نے سر ہلایا تو وہ سیڑھیوں کی جانب چلی گئ

©©©©©©©©©

شام اب ڈھل کر رات میں تبدیل ہورہی تھی جب دستک کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔ وہ کسلمندی سے اٹھی اور دروازہ کھولا۔

"بڑے صاحب آپ کو ڈنر کیلئے بلارہے ہیں" یہ تیرہ سالہ نجف تھا ان کے کل وقتی ڈرائیور کا بیٹا جو اپنے گھروالوں کے ساتھ سرونٹ کوارٹر میں رہتا تھا اور گھر کے چھوٹے موٹے کاموں میں اپنی والدہ خدیجہ بی کی مدد کرواتا تھا۔

"آتی ہوں میں۔" اس نے جواب دیا اور بالوں کو سمیٹ کر کیچر لگایا اور منہ ہاتھ دھونے کے بعد نیچے آئی۔

"السلام علیکم ایوری ون!" اس نے مسکراتے ہوئے سلام جھاڑا۔

"وعلیکم السلام! اٹھ گئی میری شہزادی" رستم کاظمی نے مسکرا کر اپنی لاڈلی بیٹی کو دیکھا۔

"جی بابا—آج میں بہت تھک گئی تھی" اس نے دل آویز کے ساتھ والی کرسی کھینچی۔

"لگتا ہے آج یونیورسٹی میں بہت زیادہ پڑھ لیا ہماری گڑیا نے" زبیدہ بیگم نے مسکرا کر اس پر چوٹ کی وہ سب اس کی پڑھائی میں عدم دلچسپی کو جانتے تھے اس کے صرف دو ہی شوق تھے کھانا بنانا اور کھانا کھانا۔

"پڑھنا کیا خاک تھا سر وجاہت نے کلاس سے ہی باہر نکال دیا تھا۔" اس نے ہنس کر اپنا کارنامہ بتایا۔ دل آویز اس کی پلیٹ میں چاول نکال رہی تھی وہ ہمیشہ اس کا پہلے سوچتی تھی۔

"آج کونسا نیا گل کھلا دیا تم نے" زبیدہ خاتون نے گھور کر اسے دیکھا۔

"گرینی میں نے تو کچھ نہیں کیا—سر لیٹ ہو گئے تھے تو میں ٹائم پاس کرنے کیلئے کلاس کو ایک غزل سنا رہی تھی اوپر سے سر ٹپک پڑے اور کہنے لگے اگر شعر و شاعری کا اتنا ہی شوق تھا تو معاشیات میں ایڈمیشن کیوں لیا" وہ ایسے تاثرات کے ساتھ بتا رہی تھی جیسے غلطی اس کی نہیں سر وجاہت کی ہو۔ رستم کاظمی اور دل آویز زیر لب مسکرا دیئے اور زبیدہ بیگم افسوس سے سر ہلا کر رہ گئیں۔

"گرینی اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں۔۔۔"اس نے صفائی پیش کرتے ہوئے رائتہ اٹھانا چاہا لیکن بد قسمتی سے اس کا ہاتھ گلاس سے ٹکرایا اور وہ پہلے اس کی جھولی میں گرا اور پھر لڑھکتا ہو افرش پر جا

گرا۔

"یا اللہ !---"وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم ٹھیک ہو؟؟"دل آویز نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"ہاں بس وہ غلطی سے ہاتھ لگ گیا تھا"اس نے

کپڑے جھاڑتے ہوئے وضاحت دی۔

"تم یہاں اماں جی کے پاس آ کر بیٹھ جاؤ ملازمہ بعد میں صاف کر دیں گی"رستم کاظمی نے کہا تو وہ

سر ہلا کر گرینی کے پاس آ گئی۔

"کوئی کام تم ڈھنگ سے نہیں کر سکتی۔"زبیدہ بیگم نے کہا تو اُس نے منہ بسور لیا۔

"دل آویز۔۔۔"رستم کاظمی دل آویز کی جانب متوجہ ہوئے۔

"تم نے نیکسٹ کیا سوچا بیٹا— مطلب کوئی نیا کورس کرنا چاہتی ہو یا جاب وغیرہ۔" دل آویز ماسٹرز کرنے کے بعد آجکل فری تھی۔ وہ کوئی جواب دیتی
اس سے پہلے بیا کی آنکھیں چمکیں۔

"بابا میں تو کہتی ہوں آگے پڑھ کر کیا کرنا ہے دل آویز نے ہم ان کی شادی کر دیتے ہیں"
دل آویز کا چہرہ حیا کے مارے گلابی ہو گیا تو اس نے سر جھکا لیا۔ دوسری طرف زبیدہ بیگم نے ملامت زدہ نظروں سے اسے گھورا— مطلب ذرا کوئی باپ کا شرم ولحاظ ہو۔

"اماں جی آپ کیا کہتی ہیں اس بارے میں" رستم کاظمی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ اب دل آویز اپنے گھر کی ہو جائے بیٹیوں کے فرض سے جتنی جلدی فارغ ہو جایا جائے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ بیٹا پھول بھی ایک عمر تک کھلنے کے بعد مرجھا جاتے ہیں" زبیدہ خاتون نے اپنا تجربہ الفاظ میں سمیٹا۔

"ہوں۔" انہوں نے پر سوچ ہنکار بھری۔

"لیکن جب تک کوئی مناسب رشتہ نہیں مل جاتا اگر تم کچھ کرنا چاہو تو۔۔۔۔"

"جی بابا میں فائن آرٹس میں ایم اے کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے اپنی پرانی خواہش کا اظہار کیا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔"انہوں نے کوئی اعتراض نہ اٹھایا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ اپنے اور دل آویز کے مشترکہ کمرے میں موجود بیڈ پر بیٹھی موبائل میں مصروف تھی جب دل آویز کافی لیے حاضر ہوئی۔اس نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور خود اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"آپ پریشان ہیں؟"اس کی خاموشی کو محسوس کر کے اس نے موبائل سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ہمم---تم نے سنا نہیں گرینی اور بابا میری شادی کرنا چاہتے ہیں اب"اس نے پریشانی بتائی۔

"تو آپ میر سے بات کریں کہ وہ رشتہ لیکر گھر آئے۔"میر یونیورسٹی میں دل آویز کا کلاس فیلو تھا اور اب اس کے دل کا مکین۔وہ دونوں پچھلے چار سالوں سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔

"اس کی تین بڑی بہنیں ہیں بیا اور جب تک ان کی شادی نہیں ہو جاتی میر اپنے بارے میں گھر والوں سے بات نہیں کر سکتا"

"دل آویز اسے بات تو کرنی ہو گی ناں آپ اسے کہیں کہ وہ اپنے گھر والوں کو لائے تاکہ بابا اور گرینی اس سے مل کر مطمئن ہو جائیں۔"

"ہوں۔ میں کل بات کروں گی اس سے۔"

"ویسے یہ آرٹسٹ بننے والا خیال کہاں سے آیا آپ کے دماغ میں؟" اس نے ذہن میں کلبلاتا سوال پوچھ ہی لیا۔

"میں چاہتی ہوں کہ میں چہرے بنانا سیکھو اور سب سے پہلے وہ چہرہ بناؤں جو میرے دل میں بستا ہے۔۔۔ میر کا چہرہ تاکہ وہ خود کو میری نظر سے دیکھ سکے" میر کی بابت بات کرتے ہوئے اس کے لہجے کی مٹھاس اور آنکھوں کی چمک ہمیشہ بڑھ جاتی تھی

"کیا وہ اتنا خوبصورت ہے؟" بے اختیار یہ سوال اس کی زبان سے پھسلا۔

"مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں ہو سکتا"

"دل آویز مجھے لگتا ہے کہ آپ کو ان سے محبت نہیں۔ عشق ہے۔"

"بیا! جب میں آنکھیں بند کرتی ہوں تو اس کا چہرہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے اور جب آنکھیں کھولتی ہوں تو وہ مجھے اپنے آس پاس محسوس ہوتا ہے اگر سو جاؤں تو وہ خواب میں آکر

ہاتھ تھام لیتا ہے وہ ہر لمحہ میری سوچوں کا مرکز رہتا ہے کبھی کبھی تو میں لوگوں سے نگاہیں ملاتے ہوئے گھبرا جاتی ہوں کہ کہیں کوئی میری آنکھوں میں اس کا عکس نہ دیکھ لے اگر یہ عشق ہے تو ہاں مجھے میرسے عشق ہے"

"کیا اسے بھی آپ سے اتنی ہی محبت ہے؟"

"وہ مجھے خود سے بڑھ کر چاہتا ہے۔"اس نے مسکرا کر کہا مگر بیا مسکرا بھی نہ سکی۔

"اگر۔۔"بیا نے رک کر ہمت جمع کی۔

"اگر وہ آپکی قسمت میں نہ ہوا تو؟ اگر وہ آپ کو نہ ملا تو؟"اسے نجانے کیوں ہر وقت یہی دھڑ کا لگا رہتا تھا۔دل آویز نے چند لمحے رک کر اسے دیکھا وہ اس سوال پر نہ غصہ ہوئی اور نہ ناراض۔

"میں چار سالوں سے خدا سے یہی دعا مانگ رہی ہوں کہ یا تو مجھے اس سے ملا دے یا اپنے پاس بلا لے۔"

"دل آویز۔۔۔!!"اس نے دہل کر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"آپ کو ہمارا خیال نہیں آتا۔"وہ خفا ہو گئی۔

"محبت ہر خیال سے لاپرواہ کر دیتی ہے اور ہر رشتے سے بے نیاز۔"

"میر تو آپ کی زندگی میں ہم سے بعد میں آیا ہے ناں تو آپ کو ہم سے زیادہ اس سے محبت کیسے ہو سکتی ہے؟"

"محبت پہلے آؤ پہلے پاؤ کا کھیل تھوڑی ہے۔یہ تو زندگی کی بازی لگا کر جیت جانے والوں کا مقدر ہوتی ہے۔"

"اور جو ہار جائیں وہ؟؟"

"محبت میں ہارنے والے امر ہو جاتے ہیں."

"افففف.." بیا نے جھرجھری لی۔

"اتنی مشکل باتیں۔۔۔میری سمجھ میں نہیں آسکتی۔"اس نے کافی کا مگ اٹھایا۔

دل آویز محض مسکرا کر رہ گئی۔

©©©©©©©©©©©©

رات کے تقریباً گیارہ بج رہے تھے جب اس کی سیاہ چمچماتی پراڈو قصر صدیقی کے گیٹ پر رکی۔گارڈز نے گیٹ کھولا تو ڈرائیور نے کار آگے بڑھادی۔پورچ میں گاڑی رکی تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔داخلی دروازے پر ہی اسے جو نامل گئی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ویلکم سر--"جونا نے خیر مقدمی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔وہ تئیس سالہ کرسچن لڑکی ان کے گھر ملازمین کے ہیڈ کے طور پر کام کرتی تھی۔شاہ میر نے ذرا کی ذرا ہونٹوں کو مسکراہٹ کی

صورت میں ڈھالا اور پھر لب بھینچ لیئے۔

"ممی نے کھانا کھالیا؟"اس نے نیلے رنگ کا کوٹ اتار کر جونا کی جانب بڑھایا۔

"یس سر"اس نے کوٹ پکڑا۔

"ان کی نرس آئی تھی؟"اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نو سر--"جونا ان سوالات کی عادی تھی سو بنا اثر لیئے بتا رہی تھی

نرس ہائر کرو"شاہ میر کی ممی کشور چند responsible"ہوسپٹل کال کرو اور کوئی دنوں پہلے سیڑھیوں سے گر گئی تھیں اور ان کی ٹانگ میں فریکچر کے باعث وہ خود سے چل پھر نہیں سکتی تھی۔اس لیے شاہ میر نے ان کی دیکھ بھال کیلیئے کل وقتی نرس رکھی تھی۔

"اوکے سر"جونا نے سر ہلا دیا۔

"سر ڈنر لگواؤں ؟"اسے جاتا دیکھ جونا نے پوچھا۔"ضرورت نہیں ہے"وہ منع کرتا کشور کے کمرے کی طرف آیا۔دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے بیٹھے ہی سو رہیں تھیں۔شاہ میر اندر چلا آیا وہ جانتا تھا جب تک اس کی ممی اسے دیکھ نہیں لے گی سکون سے سو نہیں پائیں گی۔وہ بیڈ پر بیٹھا اور آہستہ سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"شاہ میر—"انہوں نے سر آنکھیں کھولیں۔

"تم آ گئے"وہ پر سکون سی ہو گئیں۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے۔"اس نے نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں۔تم نے کھانا کھالیا؟"انہوں نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔۔۔جونا نے آپ کو میڈیسن دی؟"

"شاہ میر آج میں نے اپنی میڈیسن خود لے لی تھی کیونکہ اب میرے اندر چند سال مزید جینے کی خواہش پیدا ہو گئی ہیں تاکہ میں تمہیں اور تمہارے بچوں کو ہنستا مسکراتا دیکھ سکوں"ان کی خواہش پر وہ مسکرایا۔

"تو پھر دعا کریئے کہ آپ کی بہو جہاں کہیں بھی ہے جلدی سے مجھے مل جائے"

"میرے بچے آفس میں بیٹھے بیٹھے تو وہ تمہیں ملنے سے رہی اس لیے کہتی ہوں کہ کہیں باہر جاؤ دوستوں کے ساتھ گھومو پھرو تو تمہیں کوئی لڑکی پسند آئے گی ناں" انہوں نے اسے سمجھایا۔

"ممی جو میری قسمت میں ہو گی وہ میرے آفس میں بھی آدھمکے گی اس لیے آپ پریشان مت ہو" وہ انہیں تسلی دیتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب آپ سو جائیں میں بھی تھوڑی دیر ریسٹ کر لوں۔" وہ انہیں لٹا کر ان پر چادر درست کرتا وہاں سے نکل گیا۔

©©©©

اگلی صبح کافی خوشگوار تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے ماحول میں موجود حبس کو از حد کم کر دیا تھا ۔نیلے افق پر بادلوں کی چند سیاہ ٹکریاں بھی تیرتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ایسے میں سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس دل آویز کاظمی اپنے گھنگریالے بالوں کو کھلا چھوڑے اپنے گھر سے قریب ترین واقع آئسکریم پارلر میں موجود کسی کی منتظر نظر آرہی تھی۔اس کی منتظر نگاہیں بار بار دروازے کی طرف اٹھتی اور پھر مایوس لوٹ آتیں، پچھلے پنتالیس منٹوں میں تین بار ویٹر اس

Clubb of Quality Content
novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے پاس آچکا تھا اور اس نے تینوں بار فقط پانی کا گلاس مانگا تھا۔ عین اسی وقت گلاس ڈور کھلا اور وہ سفید شرٹ پہنے خوشبوؤں۔ میں رچا بسا ازمیر آفندی اندر داخل ہوا۔ اس نے نظریں گھما کر دیکھا اور پھر اپنی سوچوں میں گم صُم بیٹھی دل آویز نظر آئی۔ وہ بارعب چال چلتا ہوا اس کی مقابل کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ دل آویز چونک کر متوجہ ہوئی۔

"ہیلو سویٹ ہارٹ۔" اس نے دلکش مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو پل بھر میں دل آویز کا چہرہ سرخ ہوا۔

"اینڈ سوری ٹو بی لیٹ ایکچوئلی میں بھول گیا تھا کہ تم نے مجھے یہاں ملنے کیلئے بلایا ہے" وہ وضاحت دے کر ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دل آویز کا کھلتا چہرہ مرجھا گیا۔ وہ اسے بھول گیا تھا جسے فقط وہ یاد تھا۔ دل آویز نے سر جھٹکا۔ انسان بھول بھی تو جاتا ہے خیر کوئی بڑی بات نہیں۔

"کیسے ہو؟" وہ فارغ ہوا تو اس نے پوچھا۔

"آجکل تو بہت مصروف ہوں یار کام ہی اتنا ہے بہت مشکل سے ٹائم نکال کر آیا ہوں" اس نے بتانا ضروری سمجھا۔

تک انتظار کر لیتی۔" وہ خوامخواہ Weekend "سوری اگر بات امپورٹنٹ نہ ہوتی تو میں شرمندہ ہو گئی۔

"کونسی بات؟؟" ازمیر چونکا۔

"میر میرے گھر والے اب سنجیدگی سے میری شادی

کے بارے میں سوچ رہے ہیں جیسے ہی انہیں کوئی اچھا رشتہ ملے گا وہ ہاں کر دیں گے۔"

اس نے وہ بات بتائی جو کل سے اسے پریشان کر رہی تھی۔

"تو تم کیا چاہتی ہو؟" وہ انجان بنا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم بابا سے ملو انہیں اپنے گھر والوں سے ملواؤ میں تمہاری مجبوری سمجھ سکتی ہوں کہ اپنی بہنوں کے ہوتے ہوئے تم ابھی شادی نہیں کر سکتے لیکن ہم رشتہ تو طے کر سکتے ہیں ناں پھر تم جتنا۔۔۔ جتنا کہو گے ایک سال، دو سال، چار سال، چھ سال جتنا کہو گے میں تمہارے لیئے انتظار کروں گی" اس کے لہجے کی مضبوطی اسے سچا بنا رہی تھی۔

"دل آویز--" میر نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"کیا تمہیں میری محبت پر یقین نہیں ہے؟ مجھ پر یقین نہیں ہے؟ تمہیں کیا لگتا ہے میں تمہارے ساتھ پچھلے چار سالوں سے ٹائم پاس کر رہا ہوں۔"

"نہیں میر مجھے خود سے بڑھ کر تم پر یقین ہے" دل آویز نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"تم پھر اپنے یقین پر قائم رہو اور مجھے تھوڑا وقت دو ں آئی پرامس میں تمہارا بھروسہ نہیں توڑوں گا" وہ اسے یقین دلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ دل آویز نے ہمیشہ کی طرح اس پر یقین کرتے ہوئے سر ہلا دیا۔ "Now please smile دل آویز میں تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتا۔" از میر نے نروٹھے پن سے کہا تو وہ مسکرا دی۔ ویٹر ان کا آرڈر لئے آگیا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

®®®®®®

بادل بغیر برسے ہی چھٹ گئے تھے اور اب سورج پوری آزادی سے آگ برسا رہا تھا۔ بیا اپنی دوست صبور کے ساتھ کلاس سے نکل رہی تھی۔

"یار بیا مان جاؤ نا کہ تو رہی ہوں کہ میں نے سروجاہت کو آتے ہوئے نہیں دیکھا تھا ورنہ میں تمہیں بتا دیتی" صبور تے جھنجلاتے ہوئے اپنی بات دہرائی۔

"جھوٹ مت بولو میں نے تمہیں اسی لیے کھڑکی کے پاس بٹھایا تھا تاکہ تم دور سے ہی سرو جاہت کو دیکھ کر مجھے بتادو" بیا نے اسے گھور کر دیکھا۔ صبور کی آنکھوں کے سامنے کل کا منظر لہرایا جب وہ ڈائٹس کے سامنے کھڑی تھی۔

بیا میں دوست ہوں تمہاری دشمن نہیں۔ جو تمہارے خلاف سازشیں کروں گی اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے تو لعنت ہے ہماری دس سال کی دوستی پر۔" صبور نے لہجے میں ناراضگی پیدا کی۔

"اچھا ناں اب ناراض مت ہو بلکہ چھوڑو یہ سب پتہ ہے کل کیا ہوا" وہ پل میں اپنی ناراضگی بھول جاتی تھی۔

"کیا ہوا؟" صبور نے بھی مصنوعی ناراضگی دور کر لی۔ "کل میں نے اور حمائل نے ساتھ لنچ کیا اور پتہ ہے اس نے اپنے گھر والوں کو میرے بارے میں بتادیا ہے اور ہم بہت جلد شادی کرنے والے ہیں" بیا نے چہک کر بتاتے ہوئے اسے اپنی خوشی میں شامل کیا۔ اس نے وہ بدقت مسکرائی۔ محسوس نہیں کیا کہ حمائل کے نام پر صبور کی رنگت سیاہ ہوگئی تھی۔

" congratulations"

اس نے بمشکل کہا۔

چلتے چلتے وہ دونوں یونی کے گیٹ سے باہر نکل آئیں تھیں۔

بیا نے ڈرائیور کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں اور پھر سڑک کے دوسری طرف اپنی کار سے

ٹیک لگا کر کھڑے حمائل پر نگاہ پڑی تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

"حمائل "اس نے اسے متوجہ کرنے کے لیے ہاتھ ہلا کر پکارا تو صبور نے بھی اس کی نگاہوں کا

تعاقب کیا۔

حمائل انہیں دیکھ چکا تھا اس لیئے آہستہ سے قدم اٹھاتا ان کے مقابل جا کھڑا ہوا۔

"اوئے ڈاکٹر! تم یہاں کیسے ؟" بیا نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔

ہائے کاش تم جان سکو کہ جب تم یوں "ڈاکٹر" کہہ کر بلاتی ہو تو دل کتنی زور سے دھڑکتا ہے

"حمائل نے بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھا۔ بیا کھلکھلا کر ہنس دی۔ صبور نے ضبط سے مٹھیاں

بھینچ لیں۔

"تم تو دیوانوں جیسی باتیں کرنے لگے ہو" بیا نے آوارہ لٹیں کانوں کے پیچھے اڑسیں

"لو بھئی

"دیوانوں کی سی بات نہ کرے تو اور کرے دیوانہ کیا" اس نے لہرا کر شعر کا مصرعہ پڑھا تو وہ

مسکرا دی۔

"اور بتاؤ کزن کیسی ہو تم؟" حمائل اب کہ صبور کی جانب متوجہ ہوا۔

"ایم فائن ایس آل ویز---- تم بتاؤ ماموں اور ممانی کیسے ہیں؟" حمائل اور صبور آپس میں کزنز تھے۔

"میں کیوں بتاؤں بھئی تم خود آ کر پوچھ لینا ان ملے" مائل نے کندھے اچکائے۔

"ضرور میں بھی ان کو مس کر رہی ہوں انا سے ملے بھی کافی دن ہو گئے۔۔۔ ویسے تم یہاں کسی کام سے آئے تھے؟" صبور نے آنے کی ہامی بھر کر پوچھا۔

نہیں یار ہم تو بس اپنی ہونے والی مسز کے دیدار کو آئے تھے" حمائل نے پینترا بدلا۔

"آہاں

خوش فہمیوں کے سلسلے اتنے دراز ہیں

ہر اینٹ سمجھتی ہے کہ دیوار مجھ سے ہے"

بیا نے مسکرا کر کہا تو حمائل نے اسے گھورا۔

"اگر میرے ابا حضور نہ مانے تو؟؟ بیا کے پوچھنے پر صبور کے دل سے آمین نکلا تھا۔

"تو پھر میں بھی ڈاکٹر حمائل ہاشمی ہوں تمہارے

باپ کے قدموں میں بیٹھ جاؤں گا اور قبولیت کی سند لے کر ہی اٹھوں گا" حمائل نے خم ٹھونک کر اپنا ارادہ بیان کیا۔

"تمہاری سند کی منظوری دینے سے پہلے وہ میرا کسی اور کے ساتھ نکاح پڑھوا دیں گے" بیا نے شرارتا کہا۔

"تو پھر لکھوا کر رکھ لوں مجھ سے کہ تمہارے گھر سے تمہاری ڈولی اور میرا جنازہ ایک ساتھ نکلے گا۔" وہ یوں سنجیدگی سے بولا کہ بیا ایک پل کیلئے سہم گئی۔

"اللہ نہ کرے۔" بیا کے کچھ کہنے سے پہلے ہی صبور بول اٹھی۔

کر رکھا ہے یا بقواصیات میں پی ایچ ڈی" بیا نے غصے اور خفگی سے کہا تو MS "ڈاکٹر۔ تم نے وہ مسکرا دیا۔

"اگر آئندہ ایسی بقواص کی ناں تو اپنے .ان نرم و ملائم ہاتھوں سے تمہارا گلا دبا دوں گی" بیا نے وارن کیا۔

"اچھا سوری ابھی چلو لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں۔ صبور

"Do you want to join us?

اس نے بیا سے کہہ کر صبور کو آفر کی۔

"نہیں۔۔مجھے کباب میں بڑی نہیں بننا" صبور اس سے زیادہ ان دونوں کا رومینس نہیں دیکھ سکتی تھی

"اوکے --- چلیں" وہ صبور کو جواب دے کر بیا کی طرف مڑا

"شیور" بیا اس کے ساتھ چل پڑی۔

کار کے پاس جا کر اس نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ

کھولا تو بیا اندر بیٹھ گئی پھر وہ گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کی طرف چلا گیا۔

صبور کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سہ پہر جب وہ گھر لوٹی تو دل آویز کی تلاش میں۔ سیدھا کچن میں چلی آئی۔ حسب توقع دل آویز کچن میں ہی تھی۔

"واہ بھی بڑی تیاریاں شیاریاں ہو رہی ہیں۔ کوئی آیا ہے کیا؟" اس نے خدیجہ بی کو ٹرالی میں چائے اور ریفریشمنٹ سیٹ کرتے دیکھ کر پوچھا۔ شکر ہے بیا تم آئی۔ اسے دیکھ کر دل آویز بے تاب ہوئی۔

"آپ یہ لے جایئے۔" اس نے خدیجہ بی کو کہا تو وہ جی کہہ کر وہاں سے چلی گئیں۔

"اف یہ بے تابی کہیں میر کے گھر والے رشتہ لے کر تو نہیں آگئے۔" اس نے مسکرا کر آبرو اچکایا۔

"ارے نہیں پاگل سنو تو—" دل آویز نے کہنا چاہا "سنائیں تو" بیا پلکیں ٹپٹپائیں۔

لونگ روم میں گرینی کے ساتھ شائستہ آنٹی بیٹھی ہیں وہ شائستہ آنٹی جن کا میرج بیورو ہے گرینی نے انہیں میرا رشتہ ڈھونڈنے کیلیئے بلوایا ہے" دل آویز نے پریشانی سے اپنی الجھن بتائی۔

"تو ٹینشن کیوں لے رہی ہیں آپ... وہ کونسا کل ہی آپ کیلیئے رشتہ لے آئیں گی کم از کم دو چار ہفتے تو لگے گے نہ اور تب تک میرا اپنے گھر والوں کے لے آئے گا" بیا کو لگا وہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہے۔

"نہیں ناں۔ شائستہ آنٹی نے گرینی کو کہا ہے کہ ان کے پاس دو تین اچھے گھرانے کے رشتے آئے ہوئے ہیں ایک دو دن میں وہ ان کو لے آئے گیں اور میر کو ابھی کچھ ٹائم لگے گا اپنے گھر والوں کو منانے میں" اس نے اصل بات بتائی۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔ چلیں پھر آنٹی بھگاؤ مشن اسٹارٹ کرتے ہیں" بیانے شرارت سے ہاتھ آگے بڑھایا تو دل آویز نے بدقت مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

اگلے چند لمحات کے بعد وہ اپنے بال سنوارتی لونگ روم میں داخل ہورہی تھی۔

"السلام علیکم لیڈیز۔۔"

اس نے اپنے مخصوص مسکراتے انداز میں ان کو مخاطب کیا۔

"اندر آجاؤ بچے۔۔۔یہ میری چھوٹی ہوتی ہے" زبیدہ بیگم نے اسے اشارے سے بلایا اور پھر اس کا تعارف

کروایا۔

"ماشااللہ۔۔۔کیانام ہے تمہارا،" شائستہ جو گہرے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ایک فربہہ مائل خاتون تھیں نے اس کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"آنٹی ویسے تو میرا نام بیا ہے لیکن گرینی کہتیں ہیں کہ اگر میرا نام بیا نہ ہوتا تو ضرور پھوہڑ ہوتا "اس نے شائستہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے معصومیت سے بتایا۔

جواباً شائستہ مسکرائیں اور گرینی نے اسے ایک عدد گھوری سے نوازا۔

"آنٹی آپ کانام کیاہے۔؟"اس نے معصومینت برقرار رکھنے ہوئے پوچھا۔

"شائستہ مبین "انہوں نے قدرے فخر سے بتایا۔

"اوہ نائس ہماری پرانی ملازمہ کا بھی یہی نام تھا"اس نے مسکراہٹ دبائی۔

"شائستہ کی مسکراہٹ پھیکی پڑی۔

"السلام علیکم " تبھی صبح والے سیاہ جوڑے میں ملبوس دل آویز اندر آئی.

"یہ میری بڑی ہوتی ہے دل آویز"انہوں نے احتیاطی طور پر اس کا نام بھی بتادیا۔

"ماشااللہ—آپ کی دونوں پوتیاں حسن میں بے مثال ہیں۔"شائستہ نے دل سے تعریف کی۔

"اور بیٹا کیا ایجوکیشن ہے آپ کی ؟"شائستہ اب کے دل آویز کی طرف مڑی۔

"ابھی پچھلے مہینے ہی دل آویز نے لڑھک لڑھک کر ماسٹر ز کیا ہے وہ کیا ہے کہ انہیں پڑھنے کا بالکل شوق نہیں ہے۔"بیا نے سکون سے جھوٹ بولا۔

"بیا۔۔"زبیدہ بیگم کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔وہ دل آویز کی شاندار ڈگری کو جھٹلا رہی تھی

"ارے گرینی سچ بولنے دیں شائستہ آنٹی تو اپنی ہی ہے بناں "بیا نے سیاہ آنکھوں میں معمومیت سمیٹ کر کیا۔

"چلو کوئی بات نہیں کم از کم ماسٹر ز کی ڈگری تو ہے ناں "شائستہ مایوس نہیں ہوئی تھیں۔

بیا نے اب کاٹتے ہوئے منہ بسورا۔

"اور کھانا وغیرہ تو بنا لیتی ہو ناں؟"

"جی آنٹی دل آویز کو کوکنگ کا بہت شوق ہے۔ لیکن بے چاری کو کوکنگ فوبیا ہے" ذرا ہمدردی سے بتایا۔

"کوکنگ فوبیا" شائستہ نے حیرت سے دہرایا۔

"جی آنٹی—دل آویز جب بھی کچن میں جاتی ہیں ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔"

دل آویز نے سر جھکا کر مسکراہٹ دبائی۔اور گرینی کا بس نہیں چل رہا تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ڈرائنگ روم سے باہر نکال دیں۔

"بیٹا کیا کیا شوق ہیں آپ کے؟"

"پیسہ اڑانا۔۔۔دل آویز کو فضول خرچی کی بہت عادت ہے اور آجکل وہ یہی کر رہی ہیں" بیا نے بہت سمجھداری سے سچ بتایا۔

"اچھا۔زبیدہ پھر جیسے ہی کوئی مناسب لڑکا ملے گا میں تمہیں بتا دوں گی ابھی میں چلتی ہوں۔ اللہ حافظ" شائستہ اپنا پرس پکڑ دے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ارے زبیدہ--" گرینی ہائیں ہائیں کرتی رہ گئیں اور شائستہ یہ جا وہ جا۔

دونوں بہنوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

“Mission completed”

چند لمحوں بعد گرینی لاؤنج میں صوفے پر بیٹھیں تھیں اور وہ دونوں سر جھکائے ان کے سامنے کھڑی تھیں۔

"یا خدایا---ذرا کوئی شرم و لحاظ بچا ہو تم دونوں لڑکیوں میں اتنے جھوٹ۔۔توبہ" گرینی غصے سے ہانپ رہی تھیں۔

تم دونوں کو پتہ تھا ناں کہ میں نے شائستہ کو دل آویز کے رشتے کیلئے بلوایا ہے پھر تم دونوں نے جھوٹ کیوں بولے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"گرینی—وہ میں تو بس" بیا نے کہنا چاہا لیکن زبیدہ بیگم نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا۔

"تم تو چپ ہی رہو تم سے مجھے ایسی ہی امید تھی دل آویز تم بتاؤ"

"وہ ایکچوئلی گرینی میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی" دل آویز نے آہستہ سے بتایا۔

"لیکن کیوں؟"

"گرینی۔۔"دل آویز ان کے پاس آئی اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے ہاتھ تھامے.

"میں ابھی آپ سب کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں میں آپ سب سے دور نہیں جانا چاہتی۔"

اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

"بچے یہ تو دنیا کی ریت ہے بیٹیوں کو اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے جلد یا بدیر" گرینی کا دل نرم پڑ گیا۔اسی لئے محبت سے سمجھانے لگیں۔

"گرینی اتنی جلدی کیا ہے بعد میں کر لیں گے شادی" وہ بضد ہوئی۔

"سچ بتاؤ کیا یہی ایک وجہ ہے کہ تم ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی ہے" گرینی نے اس کی تھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔اس نے بے اختیار نظریں چرائیں۔

"جج۔۔۔جی گرینی اور۔۔اور کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"اس نے اٹکتے ہوئے بات مکمل کی۔

"اچھا۔۔چلو میں نماز پڑھ لوں مغرب کا وقت نہ نکل جائے۔"زبیدہ بیگم اٹھی تو دل آویز نے بے اختیار گہرا سانس لیا

©°°°°©°°°°©°°°°©

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب مسلسل موبائل بجنے کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔تین بجنے والے تھے۔حمائل کی کال دیکھتے وہ اٹھ بیٹھی۔

نظر گھما کر ساتھ بے خبر سوئی ہوئی دل آویز کو دیکھا۔وہ شاید گہری نیند میں تھی اس لیے اس کی آنکھ نہیں کھلی تھی۔وہ دبے پاؤں اٹھی اور موبائل لیئے ڈریسنگ روم میں آگئی۔

"ہیلو---"اس نے فون کان سے لگایا۔

"وعلیکم السلام----کیسی ہیں آپ؟ کہیں آپ سو تو نہیں رہی تھیں" بیا نے اس کی خوشگوار سی آواز سنی تو ذرا پر سکون ہوئی۔

"جی نہیں میں تو رات کے تین بجے تہجد میں آپکو مانگ رہی تھی۔"وہ جل کر بولی تو وہ جوابا ہنس دیا۔

"ہماری ایسی قسمت کہاں کہ بیا کاظمی اپنی نیند قربان کر کے ہمیں دعاؤں میں مانگے۔"اس نے سرد آہ بھری۔

"ایک منٹ تم ڈرائیونگ کر رہے ہو؟"اسے ٹریفک کا شور سنائی دیا۔

"ہاں ہوسپٹل سے ایمرجنسی کال آگئی تھی وہی سے واپس آرہا ہوں"

"ڈاکٹر میں نے تمہیں کتنی دفعہ منع کیا ہے کہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے کال نہ کیا کرو۔۔ تمہیں میری بات سمجھ نہیں آتی۔"وہ خفگی سے بولی۔

"ارے یار تم سے بات کرتے ہوئے مجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔" اسے اپنے لیے پریشان ہوتا دیکھ وہ مسکرایا تھا۔

"شٹ اپ—باتیں بنانا تو کوئی تم سے سیکھیں میں فون رکھ رہی ہوں اور گھر پہنچ کر مجھے کر دینا۔" اس نے تنبیہ کی۔ Text

نہیں آئے گا تمہیں نیند نہیں آئے گی؟" text" کیوں۔۔۔کیا جب تک میرا

"جی نہیں مجھے بہت سخت نیند آرہی ہے اور میں سونے جارہی ہوں" اس نے مسکراتے ہوئے لب دبای۔

"استغفراللہ" اس نے کال کاٹ دی۔

کمرے میں آکر اس نے پانی پینے کی نیت سے جگہ اٹھایا تو وہ خالی تھا۔

"اوہو۔۔" اسے سخت پیاس لگ رہی تھی سو وہ جگ اٹھا کر آہستہ سے کمرے سے باہر نکل آئی۔ پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے سیڑھیوں پر پاؤں رکھے تبھی اس کا پاؤں پھسلا جگ اس کے ہاتھ سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ خود سیڑھیوں سے لڑھکتی ہوئی نیچے جا گری۔ اگلے ہی لمحے پورا گھر اس کی دلدوز چیخوں سے گونج رہا تھا۔

©©©©©©©®®®®®®®®®©©©©©©©©

اس کے دائیں پاؤں میں کانچ کا ایک ٹکڑا گھس گیا تھا۔ڈاکٹر نے بینڈیج کر دی تھی زخم زیادہ گہرا نہیں تھا لیکن تین چار دن تک وہ کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔اس کے علاوہ اس کے ماتھے پر بھی زخم آیا تھا۔ڈاکٹر میڈیسن دے کر چلا گیا تو زبیدہ بیگم اور رستم کاظمی بھی پہلے ڈانٹ کر اور اور پھر دل آویز کو اس کا خیال رکھنے کی نصیحت کرنے کے بعد اپنے کمروں میں چلے گئے۔

"اگر پانی پینا تھا تو مجھے اٹھا دیتی میں لا دیتی تمہیں پانی۔" دل آویز نے ٹیبلٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھی اور پانی کا گلاس اسے تھمایا۔

"آپ سو رہی تھیں میں نے آپکو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" اس نے ٹیبلٹ منہ میں رکھی اور پانی کا گھونٹ بھرا۔

تمہارا کام کرتے ہوئے میں کبھی ڈسٹرب نہیں ہوتی۔"

دل آویز نے اس کے ہاتھ سے گلاس لیکر ٹیبل پر رکھا۔

"تو پھر تیار ہو جایئے اب پورا ہفتہ آپ سے ہی دیکھ بھال کرواؤں گی" اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہہ کر ماحول میں حائل سنجیدگی کو کم کرنا چاہا۔

Clubb of Quality Content!

"اچھا اب باتیں بند کرو اور تھوڑی دیر ریسٹ کرو۔ فجر کی اذان ہونے والی ہے میں نماز پڑھ لوں۔" وہ اس پر چادر درست کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ رات کی گہری خاموش تاریکی اب دھیرے دھیرے اجلے سویرے میں تبدیل ہو رہی تھی۔

®®©©©©©©©©

اگلا دن معمول سے ہٹ کر جس ذرہ تھا۔ ایسے میں جب حمائل کو اس کے حادثے کے متعلق علم ہوا تو وہ فوراً صبور کو ساتھ لیئے اس کے گھر آ پہنچا۔ رستم کاظمی آفس تھے اور زبیدہ بیگم ظہر کے بعد اپنے کمرے میں سو رہیں تھیں۔ ویسے بھی اگر انہیں علم ہو بھی جاتا تو صبور کے کزن کی حیثیت سے وہ قابل گرفت نہ تھا۔ صبور دل آویز کے ساتھ لاؤنج میں چائے پی رہی تھی اور وہ اس کے کمرے میں موجود تھا۔

"تم مجھے یوں گھور رہے ہو کہ جیسے میں جان بوجھ کر نہیں بلکہ خود سیڑھیوں سے گری ہوں۔ -- کہہ تو رہی ہوں کہ اندھیرا تھا باہر" وہ اس کی گھورتی نظروں سے خائف ہو کر بولی۔

"تو یہ جو بڑے بڑے فانوس اور بلب وغیرہ لگائے ہوئے انہیں اندھیرے میں ہی استعمال کرتے ہیں" اس کی شہد رنگ آنکھوں میں واضح پریشانی تھی۔

"اس وقت دھیان ہی نہیں گیا۔" اس نے لب کاٹا۔

حمائل چند ثانیے اسے فضلی سے دیکھتا رہا اور پھر بیڈ کے ساتھ رکھے کاؤچ پر بیٹھتے ہوئے اس نے دھیرے سے اس کے ہاتھ پکڑے۔

"زخم گہرا تو نہیں ہے؟"

بیا نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔

"بیا میں نہیں جانتا کہ کیا یہ محض محبت ہی ہے جو تمہاری تکلیف پر مجھے بھی تڑپنے پر مجبور کر دیتی ہے یا کچھ اور محبت سے بڑھ کر لیکن یقین کرو جب تمہیں تکلیف میں دیکھتا ہوں تو یہ دل ایک لمحے کیلئے رک سا جاتا ہے۔" وہ بے بسی کی تصویر بنا کر رہا تھا

بیا کی سیاہ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"کیا ہوا رو کیوں رہی ہوں؟" وہ بوکھلا گیا۔

"درد ہو رہا ہے؟" اس نے بے حد آہستہ آواز میں پوچھا۔ جواباً اُس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اس لئے نہیں رو رہی کہ مجھ درد ہو رہا ہے۔ بلکہ میں تو بہت خوش ہوں بہت۔۔۔ بہت خوش قسمت ہوں کہ میرے پاس میرے درد کا احساس کرنے والے بہت لوگ ہیں دل آویز، تم، بابا، گرینی اور صبور تم سب لوگ میرے ساتھ ہو تو یہ چھوٹی سی چوٹ کیا میں بڑے سے بڑے طوفان کا سامنہ کرنے کو تیار ہوں۔" آنسو متواتر اس کی بڑی بڑی آنکھوں

سے بہہ رہے تھے۔دنیا میں درد کا احساس کرنے والے لوگوں کا موجود ہونا بھی بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔

"جب تک میں ہوں ناں کوئی تیز ہوا کا جھونکا بھی تمہیں چھو نہیں سکتا۔"حمائل نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کیے۔

"کیوں تم کوئی آئرن مین ہو کیا؟"وہ روتے روتے مسکرادی۔

"تو—آئرن مین سے کم بھی نہیں ہوں"اس نے فرضی کالر جھاڑے۔

"ہونہہ یہ منہ اور مسور کی دال"اس نے مسکراہٹ دبائی۔

"کوئی شک ہے کیا؟؟"

"چلو اپنے آئرن مین ہونے کا ثبوت دو اور گرینی کے کمرے میں جاکر انہیں سلام کر آؤ"اس کا انداز چیلنجنگ تھا۔

"چیلنج کر رہی ہو؟"وہ سنجیدہ ہوا۔

"ارے نہیں محض مزاق کر رہی ہوں مجھے پتہ ہے تم آئرن مین سے بھی کئی زیادہ بہادر ہو"

اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بال بکھیرے شہد رنگ بال ماتھے پر بکھیرے۔

"اگر اس طوطا مینہ کی جوڑی کا رومینس ختم ہو گیا ہو تو تھوڑا نظر کرم ہم پر بھی کر دیجیئے ہم بھی آپ کے لئے ہی آئے ہیں۔" صبور اپنی ازلی تیکھی مسکراہٹ لیے کمرے میں آئی۔

"ایک تو میں تمہاری یہ کباب میں ہڈی والی عادت سے بڑا تنگ ہوں۔" حمائل نے اسے چھیڑا۔

"حالانکہ تنگ ہونے کی بجائے تمہیں میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میری وجہ سے تم بیا سے مل رہے ہو۔" صبور نے اسے گھور کر دیکھا۔

"غلط فہمی ہے تمہاری کہ بیا سے ملنے کیلئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" حمائل نے دوٹوک جواب دیا۔

"اچھا تو اکیلے آنے کی ہمت ہے تھی تم میں؟"

صبور نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہمت کی بات مت کرنا۔۔۔"

"اوہو۔۔۔ کیا ہو گیا ہے تم دونوں کو لڑنے آئے ہو یہاں" بیا نے اونچی آواز میں دونوں کو گھرک دیا۔

"اوکے سوری----تم بتاؤ زیادہ چوٹ تو نہیں آئی اور تم گر کیسے گئی؟"صبور اب کہ بیا کی

طرف متوجہ

ہوئی۔

"یار پاؤں پھسل گیا تھا میرا لیکن میں ٹھیک ہوں زیادہ چوٹ نہیں آئی۔"

"اپنا خیال رکھا کرو میری اکلوتی دوست اور میرے کزن کا اکلوتا عشق ہو تم"صبور نے مسکرا

کر شرارت کی تو بیا سر جھکا کر ہنس دی۔

○○○○○®®®®®®®®○○○○○○○○○○○

شام ڈھلی اور رات چھا گئی ادھورا چاند آسمان پر چمکنے لگا تو ستاروں نے اس کے گرد جھرمٹ لگا

لیا۔ان کے کمرے کی وہ کھڑکی جو لان کی طرف کھلتی تھی اس وقت کھلی تھی اور رات کی رانی

کی دھیمی دھیمی خوشبو کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔بیا سیاہ اور سفید رنگ کے ٹراؤزر شرٹ

میں ملبوس بالوں کو ڈھیلے ڈھالے جوڑے میں باندھے بیڈ پر لیٹی تھی اور اس کے پیروں کے

پاس تکیے پر سر رکھے دل آویز لیٹی ہوئی تھی۔

"بیا---"دل آویز کی پکار پر اس نے اپنا موبائل بند کر کے سائیڈ پر رکھا۔

"ہوں---"وہ متوجہ ہوئی۔

"تمہیں کبھی مما کی کمی محسوس نہیں ہوئی؟" وہ انگوٹھے کی مدد سے ناخن پر لگی ہوئی سیاہ نیل پالش کھرچ رہی تھی۔

"سچ بتاؤں تو کبھی نہیں ہوئی کیونکہ میرے پاس آپ ہیں میرے ہر زخم پر مرہم رکھنے۔ میری تکلیف پر بے چین ہونے والی۔ماں بھی تو ایسی ہی ہوتی ہے ناں۔" وہ خوبصورت نقش و نگار والی چھت کو گھورتے ہوئے بولی۔

"بیا تم مجھے ایسے ہی عزیز ہو جیسے ایک ماں کو اپنی اولاد ہوتی ہے تمہیں "ماں" بولنا میں نے سکھایا ہے اس لیے تمہاری خوشی مجھے اپنی خوشی لگتی ہے اور تمہارا دکھ اپنا دکھ۔" اس نے ناخن کھرچنا چھوڑ دیا تھا یہ نیل پالش آسانی سے اترنے والی نہیں تھی۔

"ویسے دل آویز کیا آپ کو مما یاد ہیں؟"

"آٹھ سال کے بچے کو کچھ نہیں بولتا اور مری ہوئی ماں تو بالکل بھی نہیں۔"

"آپ کو وہ یاد آتی ہیں؟"

"پتہ ہے بیا جب میں بہت چھوٹی تھی ناں تو اگر کبھی میرے کسی دوست کے پیرنٹس کی ڈیتھ ہو جاتی تھی تو مجھے لگتا تھا کہ ان کی تو دنیا ہی ختم ہو گئی اب یہ کیسے سروائیو کریں گے؟ کیا اب یہ کبھی پہلے کی طرح مسکرا پائے گے؟ مگر پھر کچھ ہفتوں بعد جب میں انہیں بالکل نارمل

دیکھتی تھی ناتو مجھے لگتا تھا شاید ان کو اپنے پیرنٹس سے پیار ہی نہیں تھا۔اور پھر ایک دن میری ماں مر گئی مجھے لگا میرا تو سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔اب میرے آنسو کون پونچھے گا۔کیا اب زندگی میں کبھی کوئی چیز میرے لئے خوشی کا باعث بنے گی؟"وہ سانس لینے کو رکی۔بیا دم سادھے اسے سنے گئی۔

"پھر پتہ ہے کیا میں نے اپنے آنسو تمہارے لئے پونچھے تم اس دن اس لئے نہیں روئی کہ ہماری مما ہمیں چھوڑ

کر چلی گئی ہیں بلکہ تم اس لئے رو رہی تھی کہ میری بڑی بہن کیوں رو رہی ہے؟"وہ کچھ یاد کر کے اداسی سے مسکرائی۔

"اس دن مجھے سمجھ میں آیا کہ وہ بچے دوبارہ مسکرانا کیوں سیکھ گئے تھے۔جن بچوں کی ماں مر جائے ناں وہ پھر اپنے بہن بھائیوں اور گھر والوں کے لیے مسکرانا سیکھتے ہیں۔"

اس نے بات ختم کی تو خاموشی کا ایک لمبا وقفہ ان کے درمیان آرکا۔

"دل آویز میں بہت لکی ہوں کہ مجھے آپ جیسی بہن ملی کبھی مجھے چھوڑ کر مت جایئے گا"اس کی آواز میں محسوس کیے جانے والا خوف در آیا۔

"نہیں جاؤں گی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اندھیرے میں ٹھوکریں کھا کر گرنے والی بیا کو میری بہت ضرورت ہے۔"دل آویز نے اس کی جانب کروٹ لی اور کہنی تکیے پر رکھ کر سر اونچا کیا۔

"اور پتہ ہے اگر کبھی میں نہ ہوئی تو میرے بعد تم سے سب سے زیادہ محبت کون کرے گا۔؟"

"کون؟؟؟ صبور؟؟؟"بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا۔"نہیں---حمائل میں نے اس کی نظروں میں تمہارے لیے محبت دیکھی ہے احترام دیکھا ہے۔بیا اگر کبھی ساری دنیا بھی حمائل کے خلاف کھڑی ہو گئی ناں تو بھی تم اس کا ساتھ کبھی مت چھوڑنا اور میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ آخری سانس تک تم سے محبت کرے گا"

"آپ اس وقت مجھے اپنی کم اور حمائل کی بہن زیادہ لگ رہی ہیں"اس نے مسکرا کر اسے چڑایا۔

"حمائل کی بہن سے ملی ہو تم کیسی ہے وہ؟"

"انا سے ہاں ملی ہوں بہت سویٹ ہے وہ بالکل حمائل جیسی بلکہ اس سے بھی زیادہ اچھی۔۔۔"

اب وہ اسے انا کے سارے قصے سنا رہی تھی جو اس نے حمائل سے سن رکھے تھے۔

Ππππππππππππππππππππππππππππππ

صدیقی انٹرپرائزز کی سیاہ و سفید ٹائلوں والی عمارت دوپہر کے وقت دھوپ میں جھلس رہی تھی۔پرائیویٹ لفٹ سے نکل کر حمائل ہاشمی نے سن گلاسز اتار کر ہاتھ میں پکڑے اور مسکرا کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔وہ اس کے آفس کے سامنے پہنچا تو عین اسی وقت اس کے آفس کا دروازہ کھلا اور ودیعہ رحمانی سرخ پڑتے چہرے اور آنکھوں میں نمی لیئے باہر نکلی اور اس کے پاس سے گزر گئی۔حمائل نے افسوس سے اسے جاتے دیکھا اور پھر دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔

"اگر اسی طرح تو روز روز خوبصورت لڑکیوں کو بے عزت کر کے آفس سے نکالتا رہے گا تو تیری لو میرج کے چانسز بہت کم ہے۔"وہ اونچی آواز میں اطلاع دیتا اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"خوبصورت نہیں بے وقوف۔۔۔میں نے اسے اس کی بے وقوفی پر ڈانٹا ہے۔"شاہ میر نے لیپ ٹاپ کی سکرین گرائی اور کرسی سے ٹیک لگائی۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔چل آٹھ کہیں باہر چلتے ہیں تیرے لیے لڑکی ڈھونڈنے۔"

"کیا؟؟؟لڑکی ڈھونڈنے"وہ اچھل پڑا۔

"جی بالکل۔۔۔کشور آنٹی نے تیرے لیے لڑکی ڈھونڈنے کی ذمہ داری مجھے سونپی ہے۔"

"اچھا۔۔تو ہم لڑکی ڈھونڈنے جائے گے کہاں؟"

"یہیں کہیں کسی مال یا ریسٹورینٹ وغیرہ میں چلتے ہیں کیا پتہ تجھے کسی حسینہ سے پہلی نظر میں محبت ہو جائے اور تو اس سے شادی کرنے کا نیک ارادہ کرلے۔"

"کیا؟؟کیا؟کیا؟پہلی نظر میں محبت؟؟ like seriously یار "اس نے ملامتی نظروں سے حمائل کو دیکھا جیسے اس نے کوئی بہت ہی بیکار بات کہہ دی ہو

"کیوں؟پہلی نظر میں محبت نہیں ہوسکتی کیا؟"حمائل برا مان گیا۔

"ارے یار پہلی نظر میں ہم صرف صورت ہی دیکھتے ہیں اور محبت—محبت تو سیرت سے ہوتی ہے اور سیرت جاننے میں بہت وقت لگتا ہے۔"اس نے ناک سے مکھی اڑائی۔

حمائل نے جواب دینے کی بجائے دونوں ہاتھ دعا مانگنے کے انداز میں اٹھائے۔

"خدا کرے تجھے کسی محترمہ سے پہلی نظر میں محبت ہو جائے۔۔۔آمین"

"ہاں اور بعد میں پتہ چلے محترمہ دو بچوں کی اماں ہیں۔"اس کی بات پر وہ ہنس پڑا۔

®®®®®®®®®®®®®®TMTMTMTMTMTMTMTMTMTM

TMTM

یہ سر پہر کا وقت تھا دھوپ قدرے کم ہو گئی تھی لیکن گرمی پھر بھی عروج پر تھی۔ آج اس نے میر کی پسند کے رنگ یعنی پنک کلر کا کرتا پہنا ہوا تھا اور سفید ڈوپٹہ گلے میں ڈال رکھا تھا۔ بھورے گھنگریالے بال آج کھولے ہوئے تھے۔ سفید اور زرد پھولوں والی دیواروں والے اس کیفے میں مختلف بسکٹس، کیکس اور کافی کی ملی جلی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ بیک گراؤنڈ میں instrumental میوزک بھی بج رہا تھا۔ ایسے میں دل آویز کہنی میز پر دھیما دھیما ٹکائے حسب معمول میر کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ ہمیشہ مقررہ وقت پر پہنچ جاتی تھی اور وہ ہمیشہ مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ لیٹ ہوتا تھا مگر وہ پھر بھی ناراض نہیں ہوتی تھی۔ سی گرین شرٹ کے ساتھ سفید جینز اور بال خوبصورتی سے سیٹ کیے جب از میر آفندی اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھا تو وہ اپنے خیالات سے نکلی۔

"یوں دنیا جہان سے بے نیاز ہو کر کسے سوچا جا رہا ہے؟ اس نے دلکشی سے مسکرا کر پوچھا۔

"ہے کوئی جس کا تعلق قبضہ مافیا سے ہے اور اس نے میرا دل چرا لیا ہے" میر کے آتے ہی چہرے کی رونق اور لبوں کی مسکراہٹ واپس آگئی تھی۔

"اچھا پھر تو آپ کا تعلق بھی ضرور کسی ڈکیتی گروپ

سے ہے؟

"اچھا جی۔۔وہ کیسے ؟؟میں نے کیا چرایا ہے آپکا؟"

اس نے بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ دبائی۔

"ارے راتوں کی نینداور دن کا چین چرالیا ہے---یہ کم ہے کیا؟"وہ شوخ ہوا۔

دل آویز کے گال تمتما اٹھے وہ چہرہ جھکا کر ہنس دی۔

"دل آویز۔۔"جانی پہچانی سی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"صبور۔۔"وہ خوشگوار حیرت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

صبور کیمل شرٹ اور بلیک جینز میں ملبوس تھی۔اپنے ڈائی شدہ بالوں کو اس نے آج کرل کر رکھا تھا۔وہ گلاسز اتار کر اب نہایت دلچسپی سے ازمیر آفندی کو دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں کیسے ؟؟"

"وہ میں شاپنگ کر رہی تھی ساتھ والے مال میں بھوک لگی تو یہاں آگئی اور پھر آپ نظر آگئیں۔"اس نے تفصیل بتا کر میر کیطرف اشارہ کیا

"یہ۔۔؟"

"یہ ازمیر آفندی ہے میرے دوست اور میر یہ صبور ہے بیا کی فرینڈ"اس نے مسکرا کر تعارف کروایا۔

Clubb of Quality Content

"اوہ تو یہ ہے میر --ہائے" ازمیر اٹھ کھڑا ہوا تو صبور نے اس سے ہاتھ ملایا۔

"ہیلو---نائس ٹو میٹ ہو" میر اا پنے مخصوص دلکش انداز میں مسکرایا۔

"Same here"

اس کا ہاتھ ابھی بھی میر کے مضبوط ہاتھوں میں تھا۔

"صبور بیٹھو ہمارے ساتھ کافی پیو" دل آویز نے خوشدلی سے پیشکش کی۔

"نہیں شکریہ—سیرت باہر میرا انتظار کر رہی ہے میں چلتی ہوں پھر ملیں گے" آخری الفاظ اس نے ازمیر کی جانب دیکھ کر کہے اور پھر اپنے سن گلاسز دوبارہ لگائے اور مسکراتی ہوئی مڑ کر چلی گئی۔

"بیٹھیں۔۔۔" دل آویز نے میر کو متوجہ کیا جو ابھی تک دور جاتی صبور کو دیکھ رہا تھا۔

"ہوں—" وہ جیسے چونکا تھا۔

"ہاں بیٹھو۔۔میں کچھ آرڈر کرتا ہوں"

ooooooooooooooooooooooooooooooo

آج بہت دنوں بعد بیا کاظمی کچن میں کھڑی سب کیلئے لذیذ ساڈنر تیار کر رہی تھی۔ باہر لاؤنج میں گرینی تسبیح پڑھنے کے ساتھ ساتھ اونگھ رہیں تھیں اور دل آویز نجف کو پڑھا رہی تھی۔

"خدیجہ بی آپ پلیز برتن بعد میں دھو لیجئے گا پہلے سلاد کیلئے ٹماٹر کاٹ دیں۔" وہ دل آویز کے فیورٹ فروٹ ٹرائفل پر گارنشنگ کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولی۔

"جی ٹھیک ہے" وہ سر ہلا کر نل بند کرنے لگیں۔

سیاہ رنگ کا ایپرن پہنے اس نے بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں باندھ رکھا تھا۔ ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں چمک رہی تھیں۔ پاؤں کا زخم اب کافی بہتر تھا وہ آرام سے چل پھر لیتی تھی۔ گارنشنگ کر لینے کے بعد اس نے باؤل اٹھا کر فریزر میں رکھا۔ اب وہ مطمئن تھی سارا کھانا وقت سے پہلے تیار ہو گیا تھا۔ اس نے ایپرن اتار کر رکھا ہاتھ دھوئے اور کچن سے باہر آ گئی۔

"بن گیا کھانا؟" دل آویز نے اسے دیکھ کر پوچھا

"ہاں اب بابا آتے ہیں تو ساتھ میں ڈنر کرتے ہیں۔" وہ صوفے پر بیٹھی اور کشن گود میں رکھ لیا۔

"نجف جلدی کرو بچے۔ ابھی تم نے اُردو کا ٹیسٹ بھی تیار کرنا ہے" دل آویز نے نجف سے کہا۔

"آج نجف کو اردو کا ٹیسٹ میں یاد کرواؤں گی... ٹھیک ہے نجف۔" بیا نے مسکرا کر آنکھیں مٹکائیں۔

"جی نہیں۔۔۔ میں تو بس دل آویز باجی سے ہی پڑھوں گا" نجف نے صاف انکار کر دیا۔

"ہونہہ -آیا بڑا باجی کا چمچہ "اس کے صاف انکار پر اس کا دل بری طرح ٹوٹ گیا تھا۔

"مجھ سے پڑھنے میں کیا مسئلہ ہے تمہیں؟" گھور کر پوچھا تھا اس نے۔

"آپ آدھا پڑھا کر کہتی ہیں باقی خود پڑھو۔۔۔ اس لیے آپ سے نہیں پڑھتا میں اور مجھے بس دل آویز سے پڑھنے میں ہی مزا آتا ہے۔" نجف نے سارے لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے جواب دیا۔

دل آویزان کی کھٹ پٹ کر مسکرا دی۔

"پہلے اپنا پڑھ لو پھر بچے کو پڑھانا" گرینی نے اونگھتے اونگھتے جواب دیا۔

"بعد میں پڑھ لوں گی--"اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے بر اسا منہ بنایا۔

اس نے موبائل پکڑا ہی کہ پورچ میں کار رکنے کی آواز آئی اور پھر چند لمحات بعد رستم کاظمی اندر آتے دکھائی دیے۔

"بابا---"وہ مسکراتے ہوئے اٹھی اور ان کے سینے سے جا لگی۔

"ارے میری شہزادی کیسی ہے اب؟" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ایک دم فرسٹ کلاس" وہ ان سے الگ ہوئی۔

آپ جلدی سے چینج کر آیئے میں کھانا لگواتی ہوں" انہوں نے سر ہلایا اور اپنے کمرے کی جانب چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ چاروں ڈائنگ ٹیبل پر موجود تھے

خدیجہ بی کھانا سرو کر رہی تھیں۔

"بابا کھانا کیسا بنا ہے؟" رستم کاظمی کے پہلا نوالہ لیتے ہی اس نے تیزی سے پوچھا۔ تعریف سمیٹنے کیلیئے وہ یونہی بے قرار رہتی تھی۔

"میری بیٹی کھانا بنائے اور ذائقے دار نہ ہو ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا" انہوں نے مسکراتے ہوئے تعریف کی۔

"گرینی آپکو کیسا لگا؟" مسکراتے ہوئے اسکا چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔

"میں تو سچے دل سے شکر ادا کرتی ہوں کہ تمہیں کھانا اچھا بنانا آتا ہے ورنہ تو مجھے تمہاری فکر سی لگی رہتی تھی۔" گرینی نے گہری سانسیں لیکر جواب دیا۔ وہ سمجھ نہ پائی کہ یہ تعریف تھی یا کچھ اور۔۔

"لاجواب کھانا بنایا ہے تم نے مجھ سے بھی اچھا"

دل آویز نے مسکرا کر اس کی تھوڑی تلے ہاتھ رکھا۔

کب سے اسٹارٹ ہو رہے ہیں Exams "تھینک یو اینڈ آئی لو یو" وہ دل سے مسکرائی۔

تمہارے ؟"رستم کاظمی نے اسے متوجہ کیا۔

"اگلے ہفتے سے۔"

ہے تمھاری؟" prepration"کیسی

"as usual"۔ نہیں ہے prepration"کوئی

اس نے صاف کھرا جواب دیا۔

"کچھ پڑھو گی تو تیاری ہو گی ناں" گرینی نے اسے گھورا۔

"گرینی کچھ سمجھ ہی نہیں آتا تو پڑھوں کیا؟"

'تو بیٹا کتابیں کھولو گی تو کچھ سمجھ آئے گا ناں۔" گرینی کے پاس حل بھی تھا۔

"کتابیں کھول کر بیٹھوں تو نیند آجاتی ہے۔" یہ سب سے بڑا مسئلہ تھا۔

"اماں جی !رہنے دیں کچھ نہ کہیں میری شہزادی کو اگر اس کا دل نہیں لگتا پڑھائی میں تو اس میں کونسی بڑی بات ہے میرا بھی دل نہیں کرتا تھا پڑھنے کو"رستم کاظمی نے ہنس کر بات ٹالی۔ گرینی محض سر ہلا کر رہ گئیں۔

اس نے فلائنگ کس اچھالی۔ "love you" بابا۔

وہ مسکرائے۔ " love you too" بابا کی جان۔۔۔۔

"گائز ایم فیلنگ جیلس" دل آویز نے مسکراہٹ دبائی۔

رستم کاظمی اور بیا دونوں مسکرائے۔

"میں آپ کی شہزادی نہیں ہوں کیا؟"

"ارے دل آویز بیٹا تم دونوں میری شہزادیاں ہو اور تم ہی تو ہو جو اس گھر کو آباد کیے ہوئے ہو تمہارے بغیر تو یہ گھر گھر ہی نہیں لگتا" انہوں نے دل سے کہا۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے رستم بیٹا۔۔دل آویز اس گھر کا خیال بالکل ویسے ہی رکھتی ہے جیسے اس کی ماں رکھا کرتی تھی" گرینی نے بھی تائید کی۔

دل آویز سر جھکا کر مسکرا دی۔

®®®®®®®®®®®®®®®®®®®®®®®®®

"ویلفیر ہوسپٹل" اسلام آباد کی مصروف شاہراہ پر واقع ایک نامور کینسر ہوسپٹل تھا۔ڈاکٹر حمائل ہاشمی تین سال سے اس ہوسپٹل کا شیئر ہولڈر تھا اور بہت کم عرصے میں وہ شہر کا ایک معروف ڈاکٹر بن گیا تھا۔اس وقت وہ اپنے روم میں بیٹھا تھا۔سیاہ شرٹ پر سفید کوٹ پہن

رکھا تھا۔اسٹھیتو سکوپ گلے میں ڈال رکھا تھا اور ریڈ نگ گلاسز پہنے وہ کسی فائل کے مطالعے میں مصروف تھا۔بال ماتھے پر بکھرے تھے اور شہد رنگ آنکھیں فائل پر جمی تھی۔

کھڑکی کھلی تھی اور وہاں سے لان میں کھیلتے کچھ بچے نظر آ رہے تھے۔

دروازے پر دستک ہوئی اور ساتھ ہی دروازہ کھلا۔

"کیا میں اندر آسکتی ہوں ؟"

بیا کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔براؤن کلر کی لانگ فراک اس کے سفید رنگ پر بہت بچ رہی تھی۔کانوں میں گول بالیاں پہنی ہوئی تھی لمبے بالوں کو پونی ٹیل میں باندھا ہوا تھا اور چند لٹوں کو چہرے پر چھوڑ رکھا تھا۔

"کیا تمہیں اجازت کی ضرورت ہے ؟"حمائل نے مسکرا کر گلاسز اتاری۔بیا کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"سوری لیکن کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟ڈاکٹر حمائل ہاشمی۔"مسکراہٹ ضبط کی اور انجان تاثرات لیئے وہ اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی۔

"جی آپ کا چہرہ میری کسی عزیزہ سے بہت ملتا ہے۔۔۔خیر آپ بتائیے کیسے آنا ہوا؟"

"ایک مسئلہ لے کر آئی ہوں آپ کے پاس اگر آپ حل کر سکیں تو؟؟؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی بتایئے کیا ہوا؟"

"یہ ہمارے دل کو کچھ ہوا گیا ہے شاید ۔۔ کم بخت ایک شخص کے بغیر لگتا ہی نہیں ہے کہیں۔"

"اچھا تو کون ہے وہ خوش نصیب؟؟"

"ہے ایک اکڑو سا" اس نے ناک منہ چڑھایا۔

"میں کب اکڑو ہوں؟" حمائل کو عتراض ہوا۔

"میں نے تمہارا نام کب لیا؟" اس نے لب دبا کر آبرو اچکایا۔

حمائل بے بسی سے ہنس پڑا تو وہ بھی ہنس دی۔

"پاؤں کیسا ہے اب تمہارا؟"

"ہاں اب بالکل ٹھیک ہے۔"

"تمہارے لیے کافی منگواؤں؟"

"نہیں ابھی پندرہ منٹ پہلے ہی دل آویز کے ہاتھ کی چائے پی ہے"

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی

"یس کم ان" حمائل نے اجازت دی۔

تبھی دروازہ کھلا اور جینز اور شرٹ میں ملبوس ایک چھوٹے بالوں والی لڑکی اندر داخل ہوئی۔

"ڈاکٹر حمائل—ڈاکٹر سندس قذافی پیشنٹ نمبر 34 کی فائل مانگ رہی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے حمائل سے مخاطب تھی۔ بیا کی نظریں اس کے خوبصورت شفاف چہرے پر ٹک سی گئی تھیں۔

"وہ میں نے ڈاکٹر سعد کو دے دی تھی آپ ان سے لے لے۔" اس کی مسکراہٹ سنجیدگی میں ڈھل چکی تھی۔

"اوکے تھینکس." وہ پھر سے مسکرائی اور ایک نظر بیا پر ڈالتی وہاں سے چلی گئی۔

"تمہارے ہوسپٹل میں تو بہت خوبصورت لڑکیاں کام کرتی ہیں۔" بیا نے اس لڑکی کے جانے کے بعد کہا۔

"اچھا مگر مجھے تو تم سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں ملا آج تک۔"

"اور اگر کبھی مجھ سے زیادہ خوبصورت لڑکی نظر آگئی تو؟؟" اس نے آنکھیں سکیڑ کر پوچھا۔

"تو نظریں جھکا کر رخ موڑ لوں گا۔ مگر ایک کے بعد دوسری نظر نہیں ڈالوں گا۔" اس نے بیا کی سیاہ آنکھوں میں دیکھتے ہوئے محبت سے یقین دلایا۔ اس نے سر ہلا کر یقین کر لیا۔

"ویسے تو تمہیں مجھ سے زیادہ کوئی ہینڈ سم لڑکا ملے گا نہیں لیکن اگر بائے چانس مل گیا تو۔؟"حمائل یوں کہہ رہا تھا جیسے یہ ناممکن ہے ممکن تو ہو ہی نہیں سکتا۔۔کسی صورت نہیں ۔

"اگر مل گیا تو اس کے ساتھ سیلفی لوں گی اور آکر تمہیں دکھاؤں گی کہ دیکھو سیلف آبسیسڈ آدمی دنیا تم سے زیادہ ہینڈ سم لڑکوں سے بھری پڑی ہے۔"

"ناممکن۔۔۔"اس نے ہاتھ جھلا کمال شان بے نیازی سے کہا۔

"حد ہوتی ہے ڈاکٹر"وہ اس کے انداز پر ہنس دی۔

"اچھا چلو یہ سب چھوڑو آؤ کہیں باہر چلتے ہیں۔"وہ گلے سے اسٹھیتو سکوپ نکالتا اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھی اسکی تقلید میں کھڑی ہو گئی۔

ΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔ

جب تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد ڈریسنگ روم کا بند دروازہ کھلا تو بیڈ پر لیٹے لیٹے میگزین کے ورق پلٹتی سیرت نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔سفید رنگ کی کولڈ شولڈر ٹی شرٹ اور ڈارک بلیو سکنی جینز پہنے اس نے بالوں کو کھلا چھوڑ رکھا تھا۔بڑی بڑی سنہری بالیاں اور نفیس سا میک اپ کیئے وہ کہیں جانے کیلئے بالکل تیار لگ رہی تھی۔

"اتنا سج دھج کر جس سے ملنے جا رہی ہوں پہلے اسے کال کر کے پوچھ لو وہ فارغ ہے یا پھر اپنی محبوبہ کے پلو سے لگا بیٹھا ہے۔" سیرت نے مخلصانہ مشورہ دیا۔

"بیا اس سے ملنے کیسے جا سکتی ہے اس کے تو پاؤں پر چوٹ لگی ہے ناں۔" وہ کہتی ہوئی الماری کھولنے لگی۔

"کیا وہ چھوٹی سی چوٹ بیا کو حمائل سے ملنے سے روک سکتی ہے؟" اس نے طنزیہ کہا مسکرا کر پوچھا۔ سیرت اس کی چھوٹی بہن تھی مگر کبھی کبھار بڑی باتیں کر دیتی تھی۔ اس کی بات پر صبور کے الماری کھنگالتے ہاتھ رکے۔

"تم اپنا منحوس منہ بند نہیں رکھ سکتی۔" اس نے غصے سے الماری بند کر دی۔ سارا موڈ غارت کر دیا تھا اس نے۔

"اوکے" وہ کندھے اچکا کر دوبارہ سے میگزین میں مصروف ہو گئی۔

صبور نے نہ چاہتے ہوئے بھی سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا موبائل اٹھایا اور حمائل کا نمبر ڈائل کیا دوسری ہی بیل پر اس نے کال اٹھالی۔

"ہیلو حمائل کیسے ہو؟"

اس نے اپنا موڈ مسکرا کر ٹھیک کیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔میں نے پوچھنا تھا کہ تم فری ہوا بھی؟"

اس نے حمائل کی بات کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں مجھے کیا کام ہو سکتا ہے تم سے۔ خیر تم لوگ انجوائے کرو میں بعد میں کرتی ہوں تم سے بات"

اس نے فون بند کر کے دوبارہ وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا۔ سیرت نے پھر سے سر اٹھا کر اسے دیکھا مگر اب کہ صبور کا چہرہ ویسا نہیں تھا جیسے پہلے تھا۔ اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے اور اس کی آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔

وہ آہستہ سے بیڈ پر بیٹھی اور جھک کر ہائی ہیلز اتاری۔ پھر ننگے پاؤں چلتی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ کانوں میں پہنی ہوئی بالیاں نوچ کر اتاری اور کھلے بالوں کو کیچر لگا کر سمیٹا۔ ٹشو باکس میں سے ٹشو نکالا اور ہونٹوں کو رگڑ کر صاف کرنے لگی۔

"تم مان کیوں نہیں لیتی کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتا۔"

سیرت نے میگزین بند کر کے ایک طرف رکھا اور بلند آواز میں اس سے کہا۔ صبور کے ہاتھ لمحہ بھر کو رکے۔ اس نے آئینے میں نظر آتے سیرت کے عکس کو دیکھا اور پھر ٹشو وہیں رکھتی وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

"سب میری غلطی ہے سیرت۔" وہ بولی تو آواز رندھ گئی۔

"میری غلطی ہے کہ میں نے بیا کو حمائل سے ملوایا۔مجھے تو لگتا تھا بیا دوست ہے میری لیکن۔۔۔اس نے تو دشمنوں سے بھی زیادہ برا کیا میرے ساتھ۔اس نے مجھ سے اس شخص کو چھین لیا جسے میں خود سے بڑھ کر چاہتی ہوں۔" آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر چہرہ بھگونے لگے۔

"اس سے زیادہ تمہاری غلطی ہے صبور۔تم نے کبھی حمائل کو یا بیا کو اپنی فیلینگز کے بارے میں نہیں بتایا۔" سیرت نے خفگی سے اسے گھورا۔

"اٹھارہ سال ایک گھر میں رہے ہیں ہم سیرت جب میں اس کے ہر روپ سے واقف ہو تو وہ کیسے میری فیلینگز سے انجان ہے؟ یہ سب بیا کا کیا دھرا ہے اس نے ہی حمائل کو اپنی محبت کے جھال میں پھنسایا ہے۔اس نے ہی حمائل کو مجھ سے دور کیا ہے۔"

"تم کب تک ایک سراب کے پیچھے بھاگتی رہو گی۔ایک طرفہ محبت زندگی سے سارے رنگ چھین کر اسے مشکل بنا دیتی ہے۔"

" میں ہار نہیں مانوں گی۔"

اس کے لہجے میں ضد تھی۔

"تم کچھ نہیں کر سکتی۔ تم بے بس ہو صبور۔"

"خدا ہر انسان کو اپنی قسمت بدلنے کا ایک موقع دیتا ہے میں بھی اسی موقع کے انتظار میں ہو اور دیکھنا سیرت جس دن وہ موقع مجھے ملے گا ناں میں سب کچھ بدل دوں گی۔" اس کی آنکھوں میں واضح سرکشی تھی۔

"ہاں میں ایسا ہی کروں گی۔ میں بیا کو دکھاؤں گی کہ چھیننا کسے کہتے ہے۔"

اس کے لہجے میں نفرت کی آنچ محسوس کی جاسکتی تھی۔

پھر وہ اٹھی اور زیر لب بڑبڑاتے ہوئے ڈریسنگ روم میں بند ہو گئی۔

سیرت نے ترحم سے اسے جاتے دیکھا اور بے بسی سے گہرا سانس لیا۔

ΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔ

یونیورسٹی کیفے کے رش والے ماحول میں وہ دو لڑکیوں اور تین لڑکوں کا گروپ گول میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ میز پر اسنیکس اور کولڈ ڈرنکس رکھی تھیں جنہیں وہ وقفہ بہ وقفہ اٹھا کر کھا رہے تھے۔

"میں نے سنا ہے شاید اگلے ہفتے سے فائنلز اسٹارٹ ہو رہے ہیں۔" نیلی شرٹ اور بکھرے بالوں والے حارث رؤف نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یونیورسٹی کی حدود میں داخل ہو تو تمہیں معلوم ہو کہ شاید نہیں یقیناً ایسا ہی ہے۔" صبور نے تیکھی مسکراہٹ اسے گھورا۔

"ابے یار اب سر ابراہیم کی منتیں کرنی پڑے گی کہ ہماری اٹینڈینس پوری کر دے۔" یہ میر ہادی تھا۔

"میری تو پوری ہے الحمدللہ۔"

پلیٹ سے سموسہ اچکتے فاز ابراہیم نے شکر ادا کیا تھا۔

"تو تو ہے ہی دھوکے باز جھوٹا اس دن بھی جھوٹ بول کر سر وجاہت کی کلاس میں پھنسا دیا تھا مجھے۔" بیا بھڑک اٹھی۔

فازی کی نظریں بے اختیار صبور کی نظروں سے ملی۔ اسے صبور نے ہی بتایا تھا کہ سر وجاہت یونی نہیں آئے گے کچھ دن اور اسے یہ بات بیا تک پہنچانی ہے۔ صبور نے بے اختیار نظریں چرائی تھیں۔

"چھوڑو بھی یار بیا دیکھو اگر سر نے تمھیں کلاس سے نکالا تھا تو ہم بھی تو کلاس چھوڑ کر تمہارے ساتھ بیٹھے ہیں۔" ہادی نے صلح جو انداز میں کہا۔

"میں نے تو تم لوگوں کو نہیں کہا۔"

اس نے نروٹھے پن سے منہ موڑ لیا۔

"ارے اگر تم کہتی ہو تو سر وجاہت کو یونی سے اٹھوا دیتے ہیں حکم تو کرو تم۔"

حسن نے فرضی کالر جھاڑے۔

"واقعی؟؟"

بیا نے آبرو اچکائی۔

"ارے تم کہہ کر دیکھو تمہارے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔"

ہادی بھی میدان میں اتر آیا۔

"تو پھر کسی دن تم لوگوں سے سیدھا جان ہی مانگ لوں گی سر وجاہت کا کیا اچار ڈالنا ہے میں نے۔"

وہ کہتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اب کہاں؟"

صبور بھی اٹھی۔

"سر ابراہیم کے پاس نہیں جانا کیا؟"

Clubb of Quality Content!

"اوکے تم دونوں چلو ہم بل کلیئر کر کے آتے ہیں۔" ہادی نے کہا تو وہ دونوں سر ہلاتیں ہوئی کینٹین سے باہر آ گئیں۔"

"اوہ ہاں بیا میں تمہیں ایک بات بتانا بھول گئی۔" صبور نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے اچانک کہا۔

"کیا" بیا نے پوچھا۔

"میں میر سے ملی۔"

وہ بہت پر جوش سی بتا رہی تھی۔

"میر ؟" اسے فوری طور پر یاد نہ آیا وہ کس کی بات کر رہی ہے۔

"اوہو۔۔دل آویز کا میر"

اس نے اسے یاد کروایا۔

"سچی؟؟ "

اسے بالکل بھی یقین نہ آیا۔

"میں جھوٹ کیوں بولوں گی؟"

وہ کہاں ملا تمہیں؟اور کیسے ملا؟اور وہ کیسا ہے؟مطلب ہینڈ سم ہے یا نہیں؟اور دل آویز کے ساتھ کیسا لگے گا؟"اس نے بنا سانس لیے سب کچھ پوچھ ڈالا۔

"میں مال گئی تھی سیرت کے ساتھ وہاں کیفے میں دل آویز کے ساتھ دیکھا تھا اور پھر دل آویز نے بتایا کہ یہ میر ہے اور ہینڈ سم تو وہ واقعی بہت ہے۔دل آویز کے ساتھ تو چاند سورج کی جوڑی لگتا ہے۔"

اس نے باری باری ہر سوال کا جواب دیا۔

"ویسے چار سال ہو گئے ہیں دل آویز اور میر کے ریلیشن شپ کو اور تم نے آج تک میر کو دیکھا ہی نہیں ایسا کیوں؟"

اس نی کئی بار پوچھا گیا سوال پھر پوچھا۔

"یار بتایا تو تھا کہ میر چاہتا ہے کہ جب تک وہ دل آویز کے لئے رشتہ نہیں بھجوائے گا ہم میں سے کسی سے بھی نہیں ملے گا اور وہ کیمرہ شائے ہے اس لئے تصویریں وغیرہ نہیں بنواتا۔"

"مگر مجھے تو وہ کافی کانفیڈینٹ لگا تھا۔"

صبور نے تبصرہ کیا۔

"خیر اب زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

اس نے صبور کو کہا یا خود کو وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

ΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔΔ

اسنے دائیں جانب کروٹ لی تو اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی تھی کیونکہ ڈریسنگ روم کی لائٹ آن تھی۔ اس نے دیکھا کہ دل آویز بیڈ پر نہیں ہے۔ یقیناوہ گرینی کے روم میں گئی ہو گی تہجد کیلیئے۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ وہ حیران پریشان سی اٹھ بیٹھی۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھایا تو اندازے کے عین مطابق حمائل کی ہی کال تھی۔

"ہیلو"

اس نے لمحہ ضائع کئے بغیر فون کان سے لگایا۔

"کیا تم ٹھیک ہو؟"

اسے حمائل کی بے چین سی آواز سنائی دی۔

اس نے موبائل کان سے ہٹا کر ٹائم دیکھا۔

"تم نے اس وقت مجھے یہ پوچھنے کیلیئے کال کی ہے؟"

"نہیں۔"

"تو پھر؟"

"بالکونی میں آؤ"

"کیا؟"

اسے لگا اس نے ٹھیک سے سنا نہیں شاید۔

"بیا میں کہہ رہا ہوں بیڈ سے نیچے اترو اور بالکونی میں آؤ۔" اب کہ اس کے لہجے میں تحکم در آیا۔

"اس کا مطلب تم نیچے کھڑے ہو" وہ بے یقینی سے بڑبڑائی۔

وہ اب کہ کچھ نہ بولا۔ بیا نے لیمپ جلایا اور بیڈ سے نیچے اتر کر ننگے پاؤں بالکونی کی طرف آئی۔

اور وہ اس وقت چند لمحوں کے لیے بالکل ساکت ہو گئی جب اس نے اسے کار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے دیکھا۔

وہ محسوس کر سکتی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا ہے۔

"تم۔۔۔ تم پاگل ہو گئے ہو کیا؟" بیا نے لان میں جھانک کر دیکھا صد شکر کہ گارڈ گیٹ کی اندرونی جانب کرسی پر بے خبر سو رہا تھا اور دوسرا گارڈ آج چھٹی پر تھا۔

"شاید ہاں شاید نہیں۔" اس کے لہجے میں عجب بے بسی تھی۔

" مگر تم اس وقت یہاں کر کیا رہے ہو؟"

"تمہیں دیکھنے آیا تھا۔"جواب سادہ تھا۔

"کیوں میری شکل بھول گئی تھی کیا؟"

اسے تاؤ آگیا۔

"نہیں ایسا ہے کہ میں نے تمہارے بارے میں ایک بہت برا خواب دیکھا اس لیے یہ دیکھنے چلا آیا کہ تم ٹھیک ہو یا نہیں۔"اس نے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔

"تم کہنا چاہتے ہو کہ تم ایک برا خواب دیکھنے کی وجہ سے رات کے اڑھائی بجے پنتالیس منٹ کی ڈرائیو کر کے یہ دیکھنے آئے تھے کہ میں ٹھیک ہو یا نہیں۔"اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

"بالکل۔"اس نے کندھے اچکائے۔بیا کو لگا ہر شے جیسے دھندلی سی ہو گئی ہے اگر کچھ واضح تھا تو صرف حمائل۔

"تم کال کر کے بھی تو پوچھ سکتے تھے ناں۔"

"ہاں پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا پھر مجھ سے رہا نہیں گیا۔"

خواب کیا دیکھا تھا؟"نجانے کیوں اس نے پوچھ لیا۔

حمائل چند لمحوں کے لئے خاموش ہوا۔

"میں دہرا نہیں سکتا۔"

بیا نے سر ہلا دیا۔

"اب میں چلتا ہوں۔ صبح ملتے ہیں۔"

"گھر پہنچ کر ٹیکسٹ کر دینا آج تمہارا ٹیکسٹ آنے سے پہلے مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"اوکے" اس نے موبائل کان سے ہٹایا۔

"حمائل" وہ بے ساختہ پکار بیٹھی۔

"ہاں"

اس نے دوبارہ موبائل کان سے لگالیا۔

"دھیان سے جانا۔"

حمائل مسکرا دیا۔

"مجھے لگا تم اظہار محبت کرنے لگی ہو۔" حمائل نے مسکراہٹ دبائی۔

"مجھے بھی لگا تھا کہ شاید تم مجھے گھر سے بھگا کر لے جانے آئے ہو۔"

وہ اس کی بات پر ہنس دیا اور وہ اسے دیکھ کر۔

"کتنا شیطانی دماغ ہے تمہارا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے اسے چھیڑا۔

"اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟"

اس نے لاجواب ہو کر فون بند کیا اور کار میں جا بیٹھا۔ بیا کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

ooooooooooooooooooooooooooooooo

اگلی صبح بیا معمول کے مطابق یونیورسٹی چلی گئی تو دل آویز خدیجہ بی کو ساتھ لئے مال چلی آئی اسے شاپنگ کرنی تھی اور بیا اب پیپرز کی وجہ سے شاید ہی اس کے ساتھ آپاتی۔ سارا دن شاپنگ کرتے کرتے کیسے گزرا اسے کچھ علم ہی نہ ہو سکا۔ جب تھکاوٹ کا احساس ہوا تو وہ کیفے چلی آئی۔ اپنے لئے خالی ٹیبل کی تلاش میں اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں جب اس کی نظر کونے والی میز پر بیٹھے جوڑے پر پڑی۔ لڑکی کو دیکھنے کے بعد جب اس کی نظر لڑکے پر پڑی تو وہ ایک لمحے کیلئے جامد ہوئی۔ وہ دونوں ہنس ہنس باتیں کر رہے تھے مگر دل آویز کیلئے سانس لینا بھی دشوار ہو گیا۔ اسے کوئی شبہ نہیں تھا کہ سامنے بیٹھا ہوا لڑکا کاز میر آفندی ہے۔

oooooooooooooooooooooo

جاری ہے۔

اگلی قسط آپ انشاللہ اگلے ماہ پڑھ سکیں گے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842